﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :- نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۹؍جنوری ۲۰۰۴ء | ۱۶؍ذوالقعدہ ۱۴۲۴ ہجری قمری ۞ ۹؍صلح ۱۳۸۳ ہجری شمسی | شمارہ ۲

شکرگزاری

حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت ابن عباسؓ بصرہ کے گورنر تھے۔ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاریؓ ان سے ملنے کے لئے گئے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مَیں چاہتا ہوں کہ آپ کی رہائش گاہ کے لئے اپنا گھر اسی طرح پیش کروں جس طرح آپ نے رسول اللہ کے لئے مدینہ میں اپنا گھر پیش کیا تھا۔چنانچہ انہوں نے سارا گھر مع ساز وسامان ان کے حوالے کردیا۔ (سیر انصار جلد ۳ صفحہ ۱۰۸)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

جس شخص کو دینی علوم حاصل کرنے کی خواہش ہے اسے لازم ہے کہ تقویٰ میں ترقی کرے۔ایک طرف تو دعا کرے اور ایک طرف کوشش کرتا رہے۔

دعا صرف لفظوں کا نام نہیں کہ موٹے اور عمدہ عمدہ لفظ بول لئے بلکہ یہ اصل میں ایک موت ہے۔

’’جب تک خداتعالیٰ کی طرف سے روشنی نہ ہو تب تک انسان کو یقین نہیں ملتا۔اس کی باتوں میں تناقض ہوگا۔دینی اور دنیاوی علوم میں یہ فرق ہے کہ دنیاوی علوم کی تحصیل اور ان کی باریکیوں پر واقف ہونے کے لئے تقویٰ،طہارت کی ضرورت نہیں ہے۔ایک پلید سے پلید انسان خواہ کیسا ہی فاسق، فاجر ہو ، ظالم ہو، وہ ان کو حاصل کرسکتا ہے۔چوڑھے چمار بھی ڈگریاں پالیتے ہیں۔لیکن دینی علوم اس قسم کے نہیں ہیں کہ ہر ایک ان کو حاصل کرسکے۔ان کی تحصیل کے لئے تقویٰ اور طہارت کی ضرورت ہے جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (الواقعۃ:۸۰) پس جس شخص کو دینی علوم حاصل کرنے کی خواہش ہے اسے لازم ہے کہ تقویٰ میں ترقی کرے۔جس قدر وہ ترقی کرے گا اسی قدر لطیف دقائق اور حقائق اس پر کھلیں گے۔

تقویٰ کا مرحلہ بڑا مشکل ہے۔اسے وہی طے کرسکتا ہے جو بالکل خداتعالیٰ کی مرضی پر چلے۔جو وہ چاہے وہ کرے، اپنی مرضی نہ کرے۔بناوٹ سے کوئی حاصل کرنا چاہے تو ہرگز نہ ہوگا۔اس لئے خدا کے فضل کی ضرورت ہے اور وہ اسی طرح سے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو دعا کرے اور ایک طرف کوشش کرتا رہے۔خداتعالیٰ نے دعا اور کوشش دونوں کی تاکید فرمائی ہے ۔﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ میں تو دعا کی تاکید فرمائی ہے اور ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت:۷۰) میں کوشش کی۔جب تک تقویٰ نہ ہوگا اولیاء الرحمٰن میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔اور جب تک یہ نہ ہوگا حقائق اور معارف ہرگز نہ کھلیں گے۔قرآن شریف کی عروس اسی وقت پردہ اٹھاتی ہے جب اندرونی غبار دُور ہوجاتا ہے۔مگر افسوس ہے کہ جس قدر محنت اور دعا دنیوی امور کے لئے ہوتی ہے خداتعالیٰ کے لئے اس قدر بالکل نہیں ہوتی۔اگر ہوتی ہے تو عام رسمی رواجی الفاظ میں کہ صرف زبان پر ہی وہ مضمون ہوتا ہے نہ کہ دل میں۔اپنے نفس کے لئے تو بڑے سوز اور گدازش سے دعائیں کرتے ہیں کہ قرض سے خلاصی ہو یا فلاں مقدمہ میں فتح ہو یا مرض سے نجات ملے مگر دین کے لئے ہرگز وہ سوزش وگدازش نہیں ہوتی۔دعا صرف لفظوں کا نام نہیں کہ موٹے اور عمدہ عمدہ لفظ بول لئے بلکہ یہ اصل میں ایک موت ہے۔﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (المومن:۶۱) کے یہی معنی ہیں کہ انسان سوز وگدازش میں اپنی حالت موت تک پہنچاوے مگر جاہل لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف اکثر دھوکہ کھاتے ہیں۔جب کوئی خوش قسمت انسان ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ دنیا اور اس کے افکار کیا شئے ہے۔اصل بات تو دین ہے۔اگر وہ ٹھیک ہوا تو سب ٹھیک ہے۔ شب تنور گزشت وشب سمور گزشت۔یہ زندگی خواہ تنگی سے گزرے خواہ فراخی سے وہ آخرت کی فکر کرتا ہے۔

کوئی پاک نہیں بن سکتا جب تک خداتعالیٰ نہ بناوے۔جب خداتعالیٰ کے دروازہ پر تذلّل اور عجز سے اس کی روح گرے گی تو خداتعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا۔اور وہ متقی بنے گا اور اس وقت وہ اس قابل ہوسکے گا کہ آنحضرت ﷺ کے دین کو سمجھ سکے۔اس کے بغیر جو کچھ وہ دین دین کرکے پکارتا ہے اور عبادت وغیرہ کرتا ہے وہ ایک رسمی بات اور خیالات ہیں کہ آبائی تقلید سے سن سنا کر بجالاتا ہے۔کوئی حقیقت اور روحانیت اس کے اندر نہیں ہوتی۔

اس سے پیشتر بھی مَیں نے لکھا ہے کہ ہم لیلۃ القدر کے دونوں معنوں کو مانتے ہیں ایک وہ جو عُرفِ عام میں ہیں کہ بعض راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خداتعالیٰ ان میں دعائیں قبول کرتا ہے اور ایک اس سے مراد تاریکی کے زمانہ کی ہے جس میں عام ظلمت پھیل جاتی ہے، حقیقی دین کا نام ونشان نہیں رہتا۔اس میں جو شخص خداتعالیٰ کے سچے متلاشی ہوتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ بڑے قابل قدر ہوتے ہیں۔ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے بادشاہ ہو اور اس کا ایک بڑا لشکر ہو۔دشمن کے مقابلہ کے وقت سب لشکر بھاگ جاوے اور صرف ایک یا دو آدمی رہ جاویں اور انہیں کے ذریعہ سے اسے فتح حاصل ہو۔تو اب دیکھ لو کہ ان ایک یا دو کی بادشاہ کی نظر میں کیا قدر ہوگی۔پس اس وقت جبکہ ہر طرف دہریت پھیلی ہوئی ہے۔کوئی تو قول سے اور کوئی عمل سے خداتعالیٰ کا انکار کررہا ہے۔ایسے وقت میں جو خداتعالیٰ کا حقیقی پرستار ہوگا وہ بڑا قابل قدر ہوگا‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم۔جدید ایڈیشن۔صفحہ ۴۹۲۔۴۹۳)

اے ایمان لانے والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

صدق مجسم قرآن شریف ہے اور پیکر صدق آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک ہے

(جھوٹ سے نفرت اور سچائی کا خلق اختیار کرنے کے بارہ میں پرمعارف خطبہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۹؍دسمبر ۲۰۰۳ء)

(بیت الفتوح مورڈن۔لندن۔۱۹؍دسمبر ۲۰۰۳ء): سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۱۹ کی تلاوت اور ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ہر معاملہ میں سچ پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۸ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

ہمارا جلسہ سالانہ

خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ قادیان اپنی روایتی برکتوں اور کامیابیوں سے منعقد ہوا۔ اس ۱۱۲ ویں جلسہ سالانہ کی اختتامی تقریب ۲۸؍دسمبر ۲۰۰۳ء کو محمود ہال لندن میں منعقد ہوئی جس میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسلامی رواداری اور جماعت کی ذمہ داریوں کے متعلق ایک مؤثر خطاب فرمایا اور دعا کے ساتھ جلسہ قادیان مکمل ہوا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۳۰ ہزار سے زیادہ تھی جو موجودہ حالات کے لحاظ سے ایک بہت بڑی تعداد ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسہ کی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ عام جلسوں کی طرح نہیں ہے اور یہ بھی کہ خدا تعالیٰ نے اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو اس میں شامل ہوں گی۔ اور فرمایا کہ یہ قادر خدا کا کام ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ ہمارے یہ جلسے قادیان میں شروع ہوئے۔ ابتدائی جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد ستّر (۷۰) تھی جسے اس وقت جماعت کی تعداد اور حالات کے پیش نظر ایک بڑی تعداد سمجھا گیا۔ آہستہ آہستہ یہ جلسے تعداد کے لحاظ سے ہی نہیں اپنی برکتوں اور غیر معمولی نتائج کے لحاظ سے بھی برابر ترقی کرتے چلے گئے اور احمدیت کی ترقی کا نشان سمجھے جانے لگے۔ تقسیم برصغیر کے نتیجہ میں قادیان کے نواح سے اکثر احمدی ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور بظاہر یوں لگتا تھا کہ اب قادیان کے جلسے بند ہوگئے ہیں۔ اس وقت جماعت کی جو حالت تھی اس کا اظہار ایک احمدی شاعر نے عید کے چاند سے مخاطب ہو کر اس طرح کیا۔

شاعر مغموم کہتا ہے ہلال عید سے ڈوب بھی جا دل میرا جلتا ہے تیری دید سے
آسماں سے کیا ہمارے واسطے لایا ہے تو عید تو آئی نہیں ہے کس لئے آیا ہے تو

تاہم ہمارے اولوالعزم امام حضرت مصلح موعودؓ نے خدائی تائید و نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے کسی مایوسی و بددلی کو اپنے قریب نہ آنے دیا اور جماعت کا شیرازہ پھر سے منظّم کر کے تبلیغ و اشاعت اسلام کی مہم کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ تیز کر دیا۔ آپ نے ہجرت کے مسئلہ کو اسلامی تعلیمات کے روشنی میں دیکھتے ہوئے فرمایا: ”مقدس مقامات کو چھوڑنا قدرتاً طبع پر گراں گزرتا ہے بلکہ اسے گناہ تصور کیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں بعض دفعہ اس کام کو جو عام حالات میں گناہ سمجھا جاتا ہے ثواب بنا دیتی ہیں مثلاً خانہ کعبہ کتنی مقدس اور بابرکت جگہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ نے وہاں سے ہجرت کی۔ اگر مقدس مقامات کو چھوڑنا ہر حالت میں گناہ ہوتا تو آپ کبھی بھی مکّہ کے مقام کو نہ چھوڑتے۔ درحقیقت آپؐ کی ہجرت بھی آپ کی صداقت کا ایک نشان تھا کیونکہ سینکڑوں برس قبل اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے ذریعہ رسول کریم ﷺ کی ہجرت کی خبر دے رکھی تھی......“۔ (روزنامہ الفضل ۲۱؍اپریل ۱۹۴۹ء)

قادیان کے جلسوں کے ساتھ ساتھ ربوہ میں یہ جلسے پہلے سے کہیں زیادہ شان سے شروع ہو گئے۔ شمع احمدیت کے پروانوں نے حالات کی مخالفت اور زمانے کے ظلم و ستم سے ڈرنا اور ڈر کر رُک جانا تو سیکھا ہی نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھ کر پہلے سے بھی زیادہ جوش اور جذبے سے ہر قربانی پیش کرتے چلے گئے۔ ربوہ کے جلسے ایک بین الاقوامی تقریب کی شکل میں ڈھلنے لگے اور وہ قومیں جو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے تیار کر رکھی تھیں وہ ان جلسوں کی زینت و رونق بننے لگیں۔ ہمارے حاسدوں کو یہ ترقی کس طرح راس آسکتی تھی۔ ربوہ کے جلسہ کو حسد کی آگ میں جلانے کی کوشش کی گئی مگر اس سے جو گلزار پیدا ہوا اس کی خوبصورتی، اس کی رونق اور اس کی بہار کا کوئی بھی اندازہ نہ کرسکتا تھا۔ اب یہ سالانہ جلسے دنیا بھر کے احمدی مراکز میں منعقد ہونے لگے اور قادیان کا جلسہ اپنے فیوض و برکات دنیا بھر میں برابر پھیلا رہا ہے۔

ربوہ کے پہلے جلسہ سالانہ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے بڑے ولولہ انگیز انداز میں فرمایا:

”دیکھو جو کچھ خدا نے فرمایا تھا وہ پورا کر دیا۔ یہ خدا کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے وعدے کے مطابق اس عظیم الشان ابتلاء میں مجھے جماعت کی حفاظت کرنے اور اسے پھر اکٹھا کرنے کی توفیق دی۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے ربّ کا شکر ادا کرو اور سچے مسلمان بنو۔ یاد رکھو تم وہ قوم ہو جو آج اسلام کی ترقی کے لئے بمنزلہ بیج کے ہو۔ تم وہ درخت ہو جس کے نیچے دنیا نے پناہ لینی ہے۔ تم وہ آواز ہو جس پر محمد رسول اللہ ﷺ فخر کریں گے اور اپنے خدا کے حضور کہیں گے کہ اے میرے ربّ! جب میری قوم نے قرآن کو پھینک دیا تھا اور تیرے نشانات کی قدر کرنے سے منہ موڑ لیا تھا تو یہی وہ چھوٹی سے جماعت تھی جس نے اسلام کے جھنڈے کو تھامے رکھا۔ اسے مارا گیا، اسے بدنام کیا گیا، اسے گھروں سے بے گھر کیا گیا اور اسے مصیبت کی چکیوں میں پیسا گیا مگر اس نے تیرے نام کو اونچا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ مَیں آسمان کو اور زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ خدا نے جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہوا۔ وہ سچے وعدوں والا خدا ہے جو آج بھی اپنی ہستی کے زندہ نشان ظاہر کر رہا ہے۔ دنیا کی اندھی آنکھیں دیکھیں یا نہ دیکھیں اور بہرے کان سنیں یا نہ سنیں لیکن یہ امر اٹل ہے کہ خدا کا دین پھیل کر رہے گا۔......خدا نے جو وعدے کئے وہ کچھ تو پورے ہو چکے ہیں اور باقی آئندہ پورے ہوں گے اور آئندہ جو کچھ ظاہر ہوگا ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ جن کندھوں پر سلسلہ کا بوجھ پڑنے والا ہے چاہئے کہ وہ ہمت کے ساتھ اس بوجھ کو اٹھائیں یہاں تک کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بادشاہت پھر دنیا میں قائم ہو جائے۔ مَیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ زندگی کی آخری گھڑی تک مجھے اپنے دین کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور آپ لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ خدمت دین کی توفیق دے اور آپ اس وقت تک صبر نہ کریں جب تک اسلام دوبارہ ساری دنیا پر غالب نہ آجائے۔

(سوانح فضل عمر جلد چہارم صفحہ ۱۲۷)

خدا کرے کہ ہم جماعت کی روایات کے امین بن کر شاہراہ غلبۂ اسلام پر آگے بڑھتے چلے جائیں۔ وباللہ التوفیق۔

(عبدالباسط شاہدؔ)

ایم۔ٹی۔اے

(ترانہ)

آواز آ رہی ہے یہ فونو گراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے،ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے

جس کا مولیٰ مصوّر وہ تصویر ہے
خواب طاہرؒ کی یہ زندہ تعبیر ہے
کشت جاں کے لئے ابر آب بقا
روشنی کی نوائے جہانگیر ہے
ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے،ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے

ابن مریم فلک سے نہیں آئے گا
آئے گی تو یہی اک صدا آئے گی
آئینوں میں اسی عکس کی دھوم ہے
جام جمشید کی پیش کیا جائے گی
اب یہی اس زمانے کی تقدیر ہے
خواب طاہرؒ کی یہ زندہ تعبیر ہے
ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے،ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے

یہ فساد و فتن سے بھرے دہر کو
حسن اسلام کی چھب دکھاتا ہوا
یہ شہ دو جہاںؐ کی محبت میں گم
نقش توحید دل پر جماتا ہوا
اس کے ہونٹوں پہ قرآں کی تفسیر ہے
خواب طاہرؒ کی یہ زندہ تعبیر ہے
ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے،ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے

دشمنوں کے تعاقب میں برق رواں
دوستوں کے لئے بزم جانان جاں
یہ مسیح الزّماں کا ہے پیغامبر
یہ لسانِ خلافت کا ہے ترجماں
ردّ کذب و ریا ، حرف تکبیر ہے
خواب طاہرؒ کی یہ زندہ تعبیر ہے
ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے،ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے

اس کے خدّام ان ماؤں کے لاڈلے
جن کے سینے دعاؤں سے معمور ہیں
روز و شب کی خبر ہے نہ اپنی خبر
پھر بھی راہ وفا میں وہ مسرور ہیں
ان کے جذبے سجل ، عزم شمشیر ہے
خواب طاہرؒ کی یہ زندہ تعبیر ہے
ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے،ایم ٹی اے ، ایم ٹی اے

(ایم۔ٹی۔اے کی دسویں مبارک سالگرہ کے لئے بطور خاص تحریر کیا گیا)

(جمیل الرحمٰن۔ہالینڈ)

غیر احمدی مسلمانوں میں مروّج بعض روایتی عقائد اور قرآن شریف

(سید میر محمود احمد ناصرؔ ۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ)

(تیسری و آخری قسط)

سورۃ المجادلہ ، سورۃ المُمْتحنہ

عامۃ المسلمین کے خود ساختہ عقائد میں اس شخص کی سزا فوری قتل ہے جو ایک دفعہ ایمان کا اقرار کر کے پھر اس سے پھر جاتا ہے۔ قرآن شریف میں جا بجا ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو ایک دفعہ ایمان کا اقرار کر کے پھر جاتے تھے اور پھر ایسے لوگوں کے مدنی زندگی میں حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے اور آپؐ کو نامناسب رنگ میں خطاب کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس بات کا واضح بیان ہے کہ حضور ﷺ ان کو وحی الٰہی کی روشنی میں جانتے پہچانتے تھے مگر کسی جگہ اشارۃً بھی ایسے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں ۔ نہ ہی قرآن وحدیث میں کسی جگہ یہ ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو قتل کیا۔ ہاں ان سے حضور ﷺ کے عفو اور ان پر شفقت کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔

...... سورۃ المجادلہ کی آیت نمبر ۹ میں فرماتا ہے:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی﴾ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو مخفی مشورہ سے منع کیا گیا تھا۔ (اَلَمْ تَرَ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ حضور ﷺ ان لوگوں کو جانتے تھے)﴿ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ﴾ پھر دوبارہ کرتے ہیں﴿لِمَا نُھُوْعَنْہُ﴾ اس چیز کو جس سے انہیں منع کیا گیا تھا﴿وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ﴾ اور وہ مخفی مشورے کرتے ہیں گناہ پر اور زیادتی پر اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر﴿وَاِذَا جَآءُوْکَ﴾ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں﴿حَیَّوْکَ﴾ تمہیں دعا دیتے ہیں﴿بِمَا لَمْ یُحَیِّکَ بِہِ اللّٰہُ﴾ جن الفاظ میں اللہ نے تمہیں دعا نہیں دی﴿وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ﴾ اور اپنے نفسوں میں کہتے ہیں﴿لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰہُ﴾ اللہ ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا﴿بِمَا نَقُوْلُ﴾ اس کی وجہ سے جو ہم کہتے ہیں﴿حَسْبُھُمْ جَھَنَّمُ﴾ ان کے لئے جہنم کافی ہے ﴿یَصْلَوْنَھَا﴾ وہ اس میں داخل ہوں گے﴿وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

روایتی عقائد کا تقاضا ہے کہ یہ لوگ جنہوں نے ایمان کا اقرار کر کے پھر ایمان سے منہ موڑ لیا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر مخفی مشورے کئے اور حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر تمسخر کے رنگ میں خطاب کیا ان کی سزا فوری قتل ہے۔ مگر یہ آیت بتا رہی ہے کہ ان لوگوں کی سزا تو کجا اس دنیا میں خدا کا عذاب بھی ان پر گرفت نہیں کرتا تھا۔ اس لئے ان سے جہنم کی سزا کا وعدہ کیا گیا۔

...... گزشتہ دو تین صدیوں سے بالخصوص مسلمانوں میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا ہے کہ مسلمانوں نے جنگ میں پہل کی تھی اور جو لوگ دعوت اسلام کا انکار کریں ان سے جنگ کرنا واجب ہے۔ سورۃ الممتحنہ کی آیات ۹ اور ۱۰ اس خیال کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہیں :﴿لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ﴾ اللہ تمہیں منع نہیں فرماتا﴿عَنِ الَّذِیْنَ﴾ ان لوگوں سے جنہوں نے﴿لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ﴾ تم سے دین میں لڑائی نہیں کی﴿وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ﴾ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ﴿اَنْ تَبَرُّوْھُمْ﴾ کہ تم ان سے نیک سلوک کرو ﴿وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ﴾ اور ان سے انصاف سے کام لو ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ﴿اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ﴾ اللہ تمہیں صرف روکتا ہے﴿عَنِ الَّذِیْنَ﴾ ان لوگوں سے جنہوں نے﴿قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ﴾ دین میں تم سے لڑائی کی﴿وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ﴾ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ﴿وَظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ﴾ اور تمہارے نکالنے پر مدد کی﴿اَنْ تَوَلَّوْھُمْ﴾ کہ تم ان سے دوستی کرو﴿وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ﴾ اور جو ان سے دوستی کرے﴿فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ تو یہی لوگ ظالم ہیں۔

کیا یہ دونوں آیات مروّجہ روایتی عقائد و خیالات کی بیخ کنی نہیں کرتیں؟

سورۃ المنافقون

...... ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر اختیار کرنا رسمی عقائد کے مطابق ایسا جرم ہے جس کی سزا قتل ہے مگر سورۃ المنافقون اس رسمی عقیدہ کو بڑے زور سے جھٹلا رہی ہے۔ اس سورۃ میں ایک ایسے گروہ کا ذکر ہے جس کے متعلق اس سورۃ کی آیت نمبر ۴ میں فرماتا ہے﴿بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا﴾ کہ یہ لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے انکار کیا۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا اور ان کی سزا ہمارے عقیدہ کے مطابق فوری قتل ہے ۔ مگر اس سورۃ میں نہ صرف یہ کہ ان کی سزا قتل قرار نہیں دی گئی بلکہ ان لوگوں کے حضور ﷺ کی مجلس میں آنے جانے اور مسلمانوں کے ساتھ ملنے جلنے اور گفتگو کرنے کا ذکر ہے۔ بلکہ اسلامی لشکر میں شامل ہونے اور وہاں فتنہ پھیلانے کا بھی ذکر ہے۔ مگر نہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ان کو قتل کیا گیا، نہ حدیث سے ایک روایت بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ ان کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ اس کے بالمقابل اس سورۃ کی آیت نمبر ۹ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول کا یہ فقرہ بیان ہے ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ﴾ کہ اگر مدینہ واپس گئے تو (نعوذ باللہ) معزز آدمی ذلیل آدمی کو وہاں سے نکال دے گا۔ اتنے سخت اور شیطانی کفر کے بعد بھی حضور ﷺ نے نہ صرف اس رئیس المنافقین کو خود سزائے قتل نہیں دی بلکہ اس کے بیٹے کو بھی یہ اجازت نہیں دی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ شخص اپنی طبعی موت مرا تو حضور ﷺ نے ازراہ شفقت اپنا کرتا مبارک اس کے کفن کے لئے عطا فرمایا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قرآن شریف کی گواہی کے مطابق یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جو ﴿اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا﴾ پہلے ایمان لائے تھے پھر انہوں نے کفر اختیار کیا تھا۔

اس سورۃ کی آیت نمبر ۳ تا ۱۰ مع ترجمہ درج کی جاتی ہیں۔

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً﴾ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہوا ہے﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ اور اللہ کے راستہ سے روکا ہے﴿اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ یقیناً بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا﴾ یہ اس لئے ہے کہ وہ ایمان لائے﴿ثُمَّ کَفَرُوْا﴾ پھر انہوں نے کفر اختیار کیا ﴿فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ﴾ پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی﴿فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ﴾ پس وہ سمجھتے نہیں۔ ﴿وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ﴾ اور جب تم ان کو دیکھتے ہو ﴿تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ﴾ تم تمہیں ان کے جسم اچھے لگتے ہیں﴿وَاِنْ یَّقُوْلُوْا﴾ اور اگر وہ بات کریں ﴿تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ﴾ تم ان کی بات سنتے ہو﴿کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ﴾ گویا وہ ٹیک لگائی گئی لکڑیاں ہیں﴿یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَۃٍ عَلَیْھِمْ﴾ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہر تند آواز ان پر ہے﴿ھُمُ الْعَدُوُّ﴾ وہ دشمن ہیں﴿فَاحْذَرْھُمْ﴾ پس ان سے ہوشیار رہو﴿قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ﴾ اللہ انہیں ہلاک کرے ﴿اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ﴾ وہ کہاں بہکائے جاتے ہیں ۔﴿وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ﴾ اور جب ان کو کہا جاتا ہے ﴿تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْلَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ﴾ آؤ، اللہ کا رسول تمہارے لئے استغفار کرے﴿لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ﴾ وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں﴿وَرَاَیْتَھُمْ یَصُدُّوْنَ﴾ اور تم ان کو دیکھتے ہو وہ رکتے ہیں﴿وَھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ﴾ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں﴿سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ﴾ ان پر برابر ہے﴿اَسْتَغْفَرْتَ لَھُمْ﴾ تم ان کے لئے استغفار کرو﴿اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ﴾ یا تم ان کے لئے استغفار نہ کرو ﴿لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ﴾ اللہ انہیں نہیں بخشے گا ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا﴿ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ﴾ وہی ہیں جو کہتے ہیں ﴿لَا تُنْفِقُوْا﴾ خرچ نہ کرو ﴿عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ﴾ ان پر جو رسول اللہ کے ساتھ ہیں﴿حَتّٰی یَنْفَضُّوْا﴾ یہاں تک کہ وہ بھاگ جاویں﴿ وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کے لئے ہیں﴿وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ﴾ مگر منافق سمجھتے نہیں ﴿یَقُوْلُوْنَ﴾ وہ کہتے ہیں﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ﴾ اگر ہم مدینہ کو واپس گئے﴿لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ﴾ تو معزز ترین شخص اس میں سے ذلیل ترین کو نکال دے گا﴿وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسولؐ کے لئے ہے اور مومنوں کے لئے ﴿وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ لیکن منافق علم نہیں رکھتے۔

اس سورۃ میں جو مدینہ میں نازل ہوئی، جہاں حضور ﷺ کی حکومت قائم تھی، ذکر ہے کہ ایک گروہ جو ایمان کے بعد کافر ہو گیا تھا حضور ﷺ کی مجلس میں بھی حاضر ہوتا تھا اور ہر قسم کی شرارتوں اور فتنوں میں ملوّث رہتا تھا مگر نہ ان کے قتل کا حکم ہے نہ احادیث میں ان کے قتل کی کوئی روایت۔

سورۃ التغابن ، سورۃ المُزّمِّل

...... دشمن کے خلاف تلوار و طاقت کا استعمال عملی طور پر تو ہمارے معاشرے میں کم کم ہی ہوتا ہے مگر ہمارے روایتی عقائد کا یہ لازمی جزو بن چکا ہے۔ اور اسی طرح ایک نفسیاتی کشمکش پیدا کرنے کا باعث بھی ہے۔ سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۱۵ دشمن سے کس سلوک کی تلقین کرتی ہے ۔ فرماتا ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو﴿اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ﴾ یقیناً تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ﴿فَاحْذَرُوْھُمْ﴾ پس ان سے ہوشیار رہو﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا﴾ اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو﴿وَتَغْفِرُوْا﴾ اور بخش دو﴿فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ تو اللہ یقیناً بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

مگر بعض مسلم علماء کہتے ہیں دشمن کو تلوار کی نوک سے سیدھا کرو ۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم بخشو، درگزر کرو اور معاف کرو تو اللہ بھی (تمہیں) بخشے گا اور تم پر رحم کرے گا۔

بعض علماء کے فتاویٰ اس بات پر مشتمل ہیں کہ مخالفین اسلام فتنہ ہیں اور ہر فتنہ کو ہاتھ کی طاقت کے ساتھ کچلنے کا حکم ہے ۔ کیا یہ فتویٰ ہر فتنہ پر عائد کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد ہے﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ﴾ کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد صرف فتنہ ہیں۔ تو کیا اپنے مال اور اولاد کو اپنے ہاتھ کی طاقت کے ساتھ کچلنا ضروری ہوگا؟ نہ قرآن شریف کا یہ منشاء ہے اور نہ قرآن شریف یہ ہدایت دیتا ہے۔

قرآنی ارشادات کی رو سے صرف حملہ آور دشمن کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے جنگ کی اجازت ہے ۔ حملہ میں پہل کرنے اور جارحیت کا ارتکاب کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ سورۃ المزمل کی آیت نمبر ۱۱ ۔ ۱۲ میں فرماتا ہے﴿ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ﴾ پس جو وہ کہتے ہیں اس پر صبر کرو ﴿وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا﴾ اور خوبصورت انداز میں ان سے جدائی اختیار کرو﴿وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُوْلِی النَّعْمَۃِ﴾ (یہ میرا معاملہ ہے سزا و جزا میرے ہاتھ میں ہے) مجھے اور مال دار جھٹلانے والوں کو چھوڑ دو۔﴿وَمَھِّلْھُمْ قَلِیْلًا﴾ اور ان کو کچھ مہلت دو۔

❁❁ ❁ ❁❁

گلدستہ

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک معروف صاحب رؤیا و کشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ ذیل میں آپ کی بیان فرمودہ بعض روایات ہدیۂ قارئین ہیں جن میں بہت سے مفید سبق پنہاں ہیں:۔

احتباس طمث کا علاج

ایک دفعہ خاکسار مرکزی ہدایت کے ماتحت جھنگ شہر میں متعین ہوا۔ مَیں نے وہاں پہنچ کر مختلف احباب جماعت سے دریافت کیا کہ اس جماعت میں کون سے امور اصلاح طلب ہیں تا کہ مَیں درس دیتے وقت ان کو ملحوظ رکھوں۔ چنانچہ مَیں قابل تربیت امور کے متعلق وعظ و نصیحت کرتا رہا۔

اسی دوران میں ایک دن مجھے حکیم الہ بخش صاحب نے کہا کہ آپ کے آنے سے جماعت کو بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں لیکن ایک عورت کچھ استفادہ نہیں کرسکی اور وہ میری بیوی ہے جو بظاہر صحت مند معلوم ہوتی ہے لیکن سالہا سال سے اس کو ماہواری کا خون نہیں آتا۔ مَیں اس کا علاج کراتے کراتے تھک گیا ہوں۔ آپ میری اہلیہ کے لئے کوئی نسخہ تجویز کریں۔ مَیں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ باہر جنگل میں مَیں نے ان کو ایک جڑی بوٹی دکھائی جس کا نام ''ہاتھی سونڈی'' اور ''خرطومی'' ہے اور پنجاب کے بعض حصوں میں اس کو ''بھُسرا'' بھی کہتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ اس بوٹی کی دو پھلیاں صبح اور دو بعد عصر پانی میں گھول کر مریضہ کو پلائیں۔ امید ہے کہ شافی مطلق اپنا فضل فرماوے گا۔ انہوں نے تین چار دن اس بوٹی کو استعمال کرایا تو ان کی بیوی کا حیض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاری ہو گیا۔ وہ خوشی خوشی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے میرا ایک دھیلہ بھی خرچ نہیں کروایا اور کامیاب علاج کردیا حالانکہ مَیں نے پوری توجہ اور شفقت سے دس سال تک علاج کیا اور بہت سا روپیہ خرچ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ مَیں نے کہا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ایک معمولی سی بوٹی میں برکت رکھ دی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

❁❁❁❁❁

'اَلْاِثْمُ مَاحَاکَ فِیْ صَدْرِکَ'

ایک دن میری نظر اتفاقاً حکیم صاحب کے بائیں بازو پر پڑی جو بہت لاغر اور کمزور معلوم ہوتا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر کہ یہ بازو کس حادثہ کا شکار ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مجھے ضلع جھنگ کے ایک انگریز افسر نے اپنی دو لڑکیوں کو اُردو پڑھانے پر مقرر کیا۔ میرا بندوق کا نشانہ اچھا تھا اور شکار کا بھی شوق تھا۔ ایک دفعہ صاحب بہادر نے مجھے کہا کہ آپ میری لڑکیوں کو بندوق چلانا بھی سکھائیں۔ چنانچہ مَیں نے نشانہ کی مشق شروع کروادی۔

ایک دن ہم باہر شکار کے لئے گئے تو قمریوں کا ایک جوڑا درخت پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ دونوں پرندے اس وقت آپس میں اظہار محبت کر رہے تھے۔ مَیں نے سوچا کہ ان پر بندوق فائر کروں لیکن ضمیر نے ملامت کی کہ اس حالت میں ان پر فائر کر کے ان کے عیش کو برباد کرنا درست نہیں۔ چنانچہ مَیں اپنے ارادہ سے باز آ گیا لیکن ان دونوں لڑکیوں نے مجھے فائر کرنے کے لئے کہا۔ مَیں نے باوجود انقباض خاطر کے ان لڑکیوں کے مجبور کرنے پر فائر کردیا۔ جس سے ایک قمری تو زخمی ہو کر نیچے گر پڑی اور دوسری اڑ گئی۔ لڑکیاں تو اس شکار سے بہت خوش ہوئیں لیکن مجھے بہت دُکھ ہوا اور میری ضمیر بار بار مجھے ملامت کرنے لگی۔

چند منٹ کے بعد ہم نے واپسی کی تیاری کی۔ رستہ میں مَیں نے بندوق ایک لڑکی کو پکڑائی اور خود کچھ دُور ہٹ کر پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ لڑکی نے لاپرواہی سے بندوق کا گھوڑا دبا دیا اور گولی میرے بائیں بازو پر لگی۔ اور بازو سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ لڑکیاں تو اس حادثہ سے پشیمان ہوئیں اور افسوس کرنے لگیں لیکن مَیں حدیث 'اَلْاِثْمُ مَاحَاکَ فِیْ صَدْرِکَ' (گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے) کی خلاف ورزی کو اس سب مصیبت کا باعث خیال کرتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ رہا تھا۔

❁❁❁❁❁

ایک عبرتناک واقعہ

استہزاء کا نتیجہ

کڑیانوالہ ضلع گجرات میں میاں میراں بخش صاحب، ٹھیکیدار محمد بخش صاحب، ڈاکٹر علم دین صاحب اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب چاروں بھائی حضرت اقدس علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے......۔

۱۹۰۴ء میں میاں میراں بخش صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی کے موقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شمولیت کی دعوت دی۔ حضورؑ اُن دنوں سیالکوٹ تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس بات کی قوی امید تھی کہ حضور اپنے خدام کی دعوت قبول فرما کر کڑیانوالہ تشریف لائیں گے لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے حضور اس تقریب میں شامل نہ ہوسکے۔

چونکہ اردگرد کے علاقہ میں حضرت اقدس علیہ السلام کی کڑیانوالہ میں آمد کے متعلق مشہور ہو چکا تھا اس لئے بہت سے علماء گدھوں پر کتابیں لاد کر مباحثہ کے لئے آ گئے۔ میاں میراں بخش صاحب نے مجھے گجرات سے بلا لیا۔ چنانچہ کڑیانوالہ میں تبلیغ کرنے کا اچھا موقع مل گیا۔

خطبہ نکاح پڑھانے کے بعد مَیں برات کے ساتھ گیا۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ اس شادی شدہ لڑکے کے سوا میاں میراں بخش صاحب کے سب لڑکے گونگے اور بہرے ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ یہ ابتلا بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مَیں نے میاں میراں بخش صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میری سالی کا ایک بچہ گونگا اور بہرا تھا۔ مَیں نے بطور استہزا اس کو کہنا شروع کیا کہ اگر بچہ جننا ہی تھا تو کوئی بولنے سننے والا بچہ جنتی، یہ کیا بہرا گونگا اور ناکارہ بچہ جنا ہے۔ جب مَیں تمسخر میں حد سے بڑھ گیا تو میری سالی کہنے لگی: ''خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں ابتلا آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تمسخر کو پسند نہیں کرتی''۔ اس پر بھی مَیں استہزا سے باز نہ آیا۔ بلکہ ان کو کہتا کہ دیکھ لینا میرے ہاں تندرست اولاد ہوگی۔

میری یہ بیبا کی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنی اور میرے ہاں گونگے اور بہرے بچے پیدا ہونے لگے۔ مَیں نے اس ابتلا پر بہت استغفار کیا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور بھی بار بار دعا کے لئے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی کو قبول فرمایا اور آخری بچہ تندرست پیدا ہوا جس کی شادی اب ہو رہی ہے۔

اسی زمانہ میں کڑیانوالہ میں حاجی کریم بخش صاحب جو ایک صوفی مزاج عالم تھے جماعت کے امام الصلوٰۃ تھے۔ وہ تبلیغ کا بہت شوق رکھتے تھے اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے بھی سچی محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے اوائل جوانی میں قادیان حاضر ہو کر حضور سے براہین احمدیہ حاصل کی اور مخالفین پر اس کتاب کے ذریعہ حجت کرتے رہے۔ وہ دیر ہوئی فوت ہو چکے ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

❁❁❁❁❁

جانوروں پر رحم کا صلہ

موضع خونن ضلع گجرات میں ایک مستجاب الدعوات بزرگ حضرت جملے شاہ صاحب تھے۔ گردو پیش کے علاقہ میں ان کی بہت سی کرامات مشہور تھیں۔ میرے والد ماجد کہتے تھے کہ جب ان سے لوگ دریافت کرتے کہ آپ کو یہ برکت اور فیض کس طرح حاصل ہوا تو وہ بیان فرماتے کہ ایک دفعہ موسم سرما میں شدید بارش ہوئی۔ مَیں مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں گیا۔ وہاں پر ایک کُتیا جس کے چھ سات بچے تھے سردی اور بارش سے بچنے کے لئے ان بچوں کو اٹھا کر مسجد کے حجرہ میں لے آئی اور اُن کو ایک کونے میں ڈال دیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کے مُلّاں صاحب نے دیکھا کہ حجرے کے ایک کونے میں کُتیا کے پلّے سردی سے چیخ رہے ہیں۔ کُتیا اس وقت خوراک کی تلاش میں کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔ مُلّاں صاحب نے ان بچوں کو پکڑ کر باہر پھینک دیا اور وہ بارش میں بلکنے لگے۔ اس کے بعد مُلّاں صاحب اپنے گھر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں کُتیا بھی باہر سے گھوم گھام کر حجرہ میں آئی۔ اپنے بچوں کو وہاں نہ پا کر وہ بہت بے چین ہوئی اور بے تابانہ ادھر اُدھر پھرنے لگی۔ آخر ان کو تلاش کر کے دوبارہ اسی حجرہ میں لے آئی۔

تھوڑی دیر میں میرا کھانا گھر سے آیا۔ جو اتفاق سے دودھ کی کھیر تھی۔ میرے دل میں اس کُتیا اور اس کے بچوں کے متعلق بے حد شفقت پیدا ہوئی۔ اور مَیں نے محض خدا کی رضا کی خاطر کھیر کا برتن اس کُتیا کے آگے رکھ دیا۔ اس نے کھیر کھا کر اور بچوں کو کھلا کر خوشی کے اظہار کے لئے اونچی آواز میں تین ہونکیں ماریں۔ اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان اور انشراح صدر کی حالت مجھے نصیب ہوگئی اور مجھے یہ سب کچھ رسول کریم ﷺ کے ارشاد ''اِرْحَمْ تُرْحَمْ'' پر عمل کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوا۔

جو ہوتے ہیں مخلوق پر مہرباں
کرے رحم ان پر خدائے جہاں

(حیات قدسی۔ حصہ چہارم۔ صفحہ ۳۶ تا ۳۹)

❁❁❁❁❁

الفضل انٹرنیشنل میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینیجر)

نکات معرفت

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁...... دلائل کے اقسام تین قسم ہیں۔ استقراء، مثال، برہان۔ قرآن شریف اگرچہ ان اقسام دلائل سے کام لیتا ہے لیکن زیادہ تر قرآن کریم استدلال بالاولیٰ سے کام لیتا ہے جو سب سے بڑھ کر اور روشن طریق دلائل کا ہے۔ مثلاً شرک کے ردّ میں فرماتا ہے ﴿وَھُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ اب صاف ظاہر ہے کہ خادم تو مخدوم بھی نہیں ہوسکتا پھر معبود کس طرح ہوسکتا ہے۔

❁...... کسی کی حالت بد کو دیکھ کر اس کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو بلکہ دعا کرو کہ ''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا'' ورنہ یاد رکھو کہ انسان نہیں مرتا جب تک اس مصیبت میں خود مبتلا نہ ہو لے۔

❁...... عام طور پر مشاہدہ سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ ذاکرین ہمیشہ فضول گو لوگوں کی نسبت مضبوط ہوتے ہیں۔

(الحکم ۱۰/ اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۴)

(مرسلہ: حبیب الرحمن زیروی)

خطبہ جمعہ

لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا

آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں کمر ہمت کس لیتے، راتوں کو زندہ رکھتے اور اہل خانہ کو بیدار کرتے تھے

رمضان المبارک کے آخری عشرہ اور لیلۃ القدر کی اہمیت و فضیلت کا پرمعارف بیان

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۴ رنومبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۱۴ رنبوت ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۔ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ۔ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾

(سورۃ القدر)

اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ یقیناً ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا ہے۔ اور تجھے کیا سمجھائے کہ قدر کی رات کیا ہے۔ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ بکثرت نازل ہوتے ہیں اُس میں فرشتے اور روح القدس اپنے ربّ کے حکم سے۔ ہر معاملہ میں۔ سلام ہے۔ یہ (سلسلہ) طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ کل سے رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو جائے گا۔ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک احمدی دنیا میں جن کو توفیق مل رہی ہے اس عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں گے، دعاؤں کی توفیق ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو مقبول دعاؤں کی توفیق دے۔ جو اعتکاف نہیں بیٹھ رہے وہ اپنے گھروں میں اپنی راتوں کو زندہ کرنے والے ہوں گے انشاء اللہ۔ یہ سورۃ جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اس آخری عشرہ میں دعاؤں کی طرف توجہ دلانے کے لئے ایک ایسی رات کا بھی ذکر کیا ہے جو اگر میسر آ جائے تو بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ شخص جس کو یہ رات مل گئی۔ کیونکہ اس رات میں جو دعائیں بھی مانگی جائیں گی وہ قبولیت کا درجہ پائیں گے۔ پھر اس کے اور بھی وسیع معانی اور مضامین ہیں۔ اس میں قرآن کریم نازل ہوا، جو شریعت کی آخری اور مکمل کتاب ہے۔ جس سے یہی مراد ہے کہ ایک لمبے تاریک زمانے کے بعد ایک ایسا نبی مبعوث ہوا جس پر اللہ تعالیٰ نے آخری شرعی کتاب نازل فرمائی اور دین کامل کیا۔ اور اپنی تمام تر نعمتیں اس نبی کو جسے خاتم الانبیاء ٹھہرایا عطا فرمائیں۔ اور یہ خوشخبری بھی اس کے ماننے والوں کو دے دی کہ قیامت تک اس نبی کی شریعت ہی ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے جاری رہے گی۔ اس دنیا میں کوئی نبی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی شریعت لے کر مبعوث نہیں ہوگا۔ ہاں زمانے کے اثر کے تحت جب دین میں بگاڑ پیدا ہوگا تو مجددین کا سلسلہ چلتا رہے گا جو خاتم النبیین کی شریعت کو، اس کی صحیح تعلیم کو مسلمانوں میں رائج کرتے رہیں گے۔ اور پھر آپ ﷺ نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ ایک لمبے عرصہ کے بعد امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور بھی ہوگا۔ تو بہرحال اس سورۃ میں مختلف مضامین چھپے ہوئے ہیں جن کو اب مَیں مفسرین اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالوں اور احادیث سے کسی حد تک واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔

سب سے پہلے یہ، لیلۃ القدر کی بات چل رہی ہے۔ اس کے متعلق معلوم ہو کہ کب آتی ہے یہ رات، اور کس طرح پتہ چلے کہ یہ رات میسر آ گئی ہے۔ اس کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

کیا کوئی ایسی علامت ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ فلاں رات اس رمضان میں لیلۃ القدر تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث میں یہ آتا ہے کہ کچھ بجلی چمکتی ہے، ہوا ہوتی ہے اور ترشّح ہوتا ہے، ایک نور آسمان کی طرف جاتا یا آتا نظر آتا ہے۔ مگر اوّل الذکر علامات ضروری نہیں۔ گو اکثر ایسا تجربہ کیا گیا ہے کہ ایسا ہوتا ہے اور آخری علامت نُور دیکھنے کی صلحاء کے تجربہ میں آئی ہے۔ یہ ایک کشفی نظارہ ہے، ظاہر علامت نہیں جسے ہر ایک شخص دیکھ سکے۔ خود مَیں نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے لیکن جو کچھ مَیں نے دیکھا ہے دوسروں نے نہیں دیکھا۔ اصل طریقہ یہی ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے سارے رمضان میں دعائیں کرتا رہے اور اخلاص سے روزے رکھے، پھر اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں اس پر لیلۃ القدر کا اظہار کر دیتا ہے"۔ (تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۳۲۹)

حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان کے شروع سے آخر تک تمام نمازیں باجماعت ادا کیں تو اس نے لیلۃ القدر کا بہت بڑا حصہ پا لیا۔ گویا صرف آخری دنوں میں تلاش نہ کریں بلکہ سارے رمضان میں پوری عبادات بجا لائیں۔

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا ہے جو ایک بابرکت مہینہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنا تم پر فرض کئے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دئے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اُس کی خیر سے محروم کیا گیا وہ محروم کر دیا گیا"۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۲۵)

تو ایک بات تو یہ واضح ہوئی ان حدیثوں سے کہ یہی نہیں ہے کہ سارا رمضان تو نہ روزوں کی طرف توجہ دی، نہ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ ہوئی، نہ نمازوں کے قیام کی طرف توجہ ہوئی، اور آخری عشرہ شروع ہوا تو ان سب عبادات کی طرف توجہ پیدا ہو گئی۔ نہیں۔ بلکہ رمضان کے شروع سے ہی ان عبادات کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ جو برائیاں پائی جاتی ہیں ان کو چھوڑنے کی طرف توجہ، بھائی بہنوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں، میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں، ساس بہو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دیں۔ تو شروع رمضان سے ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی طرف توجہ ہو تو یہ نیکیاں بجا لائیں گے تو تب ہی جہنم کے دروازے بند ہوں گے اور جنت کے دروازے کھلے ہوں گے۔ نہیں تو گو اللہ تعالیٰ نے تو جہنم کے دروازے بند کر دئے لیکن ان نیکیوں کو نہ کرنے سے زبردستی یہ برائیاں کر کے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا نہ کر کے دھکے سے جہنم کے دروازے کھولنے کی کوشش کی جا رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے بچائے۔ تو یہ حقوق العباد اور حقوق اللہ ادا کریں گے جن کا ذکر دوسری حدیثوں میں بھی آتا ہے تو پھر ان آخری راتوں کی برکات سے بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ کیونکہ سرسری عبادات سے یا عارضی طور پہ آخری دس دن کی عبادات سے یہ اعلیٰ معیار جو ہیں وہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آخری عشرہ میں آنحضرت ﷺ عبادت میں اتنی کوشش فرماتے جو اس کے علاوہ دیکھنے میں نہ آتی۔

(صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف)

عام حالات میں بھی آنحضرت ﷺ کی عبادت کی مثالیں ایسی ہیں کہ کوئی عام آدمی اتنی کر ہی نہیں سکتا لیکن حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رمضان میں تو اس کی حالت ہی اور ہوتی تھی۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمرِ ہمت کس لیتے، اپنی راتوں کو زندہ کرتے اور گھر والوں کو بیدار فرماتے۔ (بخاری کتاب فضل

لیلۃ القدر)۔ تو یہ بھی ایک سبق ہے کہ جب آدمی خود اٹھے تو اپنی بیوی بچوں کو بھی نمازوں کے لئے، نوافل کے لئے اٹھائے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قیام لیل مت چھوڑنا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نہیں چھوڑتے تھے اور جب آپؐ بیمار ہوتے یا جسم میں سستی محسوس کرتے تھے تو بیٹھ کر تہجد کی نماز پڑھتے۔

(ابوداؤد)

دیکھیں آنحضرت ﷺ کا عمل کیا تھا۔ یہ عمل ہم اختیار کریں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور فضلوں کو سمیٹنے کی امید کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کرنے کے بارہ میں ایک اور حدیث پیش کرتا ہوں۔

بخاری اور مسلم نے ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بھی اور ہم نے بھی رمضان کی پہلی دس تاریخوں میں اعتکاف کیا۔ اس کے خاتمہ پر حضرت جبرائیل آئے اور رسول کریم ﷺ کو خبر دی کہ جس چیز (لیلۃ القدر) کی آپ کو تلاش ہے وہ آگے ہے۔ اس پر آپؐ نے ہم سب نے درمیانی دس دنوں کا اعتکاف کیا۔ اس کے خاتمہ پر پھر حضرت جبرئیل نے ظاہر ہو کر آنحضرت ﷺ سے کہا کہ جس چیز کی آپ کو تلاش ہے وہ آگے ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے بیسویں رمضان کی صبح کو تقریر فرمائی اور فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر کی خبر دی گئی تھی مگر مَیں اُسے بھول گیا ہوں اس لئے اب تم آخری دس راتوں میں سے وتر راتوں میں اس کی تلاش کرو۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ لیلۃ القدر آئی ہے اور مَیں مٹی اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اس وقت مسجد نبوی کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اور جس دن آپ نے یہ تقریر فرمائی بادل کا نشان تک نہ تھا۔ پھر یہ روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا آسمان پر ظاہر ہوا اور بارش شروع ہو گئی۔ پھر جب نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو مَیں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر مٹی اور پانی کے نشانات ہیں، ایسا خواب کی تصدیق کے لئے ہوا۔ صحیح بخاری اور مسلم نے اس کو درج کیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ: ابوسعید کی ایک اور روایت میں یہ واقعہ ۲۱ ؍ رمضان کو ہوا تھا۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اس بارہ میں یہ سب سے پختہ روایت ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر رمضان کی ستائیسویں رات جمعہ کی رات ہو تو وہ خدا کے فضل سے بالعموم لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ (روزنامہ الفضل لاہور ۸؍ جولائی ۱۹۵۰ء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ کتاب الصوم)۔ جو رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کی رات ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے نفس کے محاسبہ کی خاطر عبادت کرے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

found.

اس حدیث میں دو بڑی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ ایمان کی حالت میں اور دوسری یہ کہ نفس کے محاسبہ کے لئے۔ اگر اس پر غور کیا جائے تو اصل ایمان کی حالت تو وہ ہے جب مکمل یقین کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر ایمان ہو۔ مثلاً اگر یہ یقین ہو کہ وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، وہ بخشنے والا ہے، تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے، اور کرتا ہے وہاں وہ سزا دینے کا بھی حق رکھتا ہے اور دل اس کے خوف اور اس کی خشیت سے پگھلتے ہوں تو اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے، استغفار کرے تو وہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نکتہ بیان فرمایا ہے کہ استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا تعالیٰ سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور توبہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جب اس سے مدد اور قوت مانگو تو وہ عطا کرتا ہے اور نیکیاں کرنے کی قوت عطا کرتا ہے اور اس طرح اپنے پاؤں پر انسان کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا تو اس نے چونکہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی ہوتی ہے اس لئے نیکیاں کرنے کی قوت قائم رہتی ہے۔ تو فرمایا آپ نے کہ اسی کا نام تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ہے۔ تو اس لحاظ سے جب آدمی اپنا محاسبہ کرتا ہے تو پچھلے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور نیکیاں کرنے کی توفیق بھی ملتی رہتی ہے۔

پھر حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: عمل کے لحاظ سے ان دنوں یعنی آخری عشرہ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے نزدیک عظمت والے اور محبوب کوئی دن نہیں۔ پس ان ایام میں تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا، اللہ تعالیٰ کی بندگی پوری طرح اختیار کرنا اور تکبیر کہنا اور تحمید کہنا، اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا، بکثرت اختیار کرو۔

اب یہ حدیث بھی اسی مضمون کو بیان کر رہی ہے۔ فرمایا کہ رمضان کے اس آخری عشرے میں مکمل طور پر اُس کی بندگی اختیار کرو۔ کوئی باطل معبود تمہیں نیک کاموں سے ہٹا نہ سکے۔ ان دنوں میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی کبریائی، اس کا بڑا ہونا تمہارے ذہنوں پر رہے اور پھر اس کی حمد بھی کرو کہ اس نے تمہیں اتنی نعمتیں بخشی ہیں، اتنی نعمتوں سے نوازا ہے، تمہیں یہ دن نصیب کئے ہیں جن میں اس نے تمہاری بخشش کے سامان پیدا فرمائے اور سب سے بڑھ کر یہ، اور اس پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے خالص اپنا بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائی اور ہمیں یہ دن بخشے جس میں ہم خالص طور پر اسی کی طرف جھکتے ہوئے اس سے مدد چاہتے ہیں۔

ایک روایت ہے رمضان کی برکات کے بارہ میں۔ حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری روز مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہوا چاہتا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کو قیام کرنے کو نفل ٹھہرایا ہے۔۔۔۔۔ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔

(صحیح ابن خزیمۃ کتاب الصیام۔ باب فضائل شہر رمضان)

پھر حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر مجھے علم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو مَیں اس میں کیا دعا کروں۔ فرمایا کہ تُو یہ دعا کر کہ: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔ اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے پس تُو مجھے بھی بخش دے اور معاف فرما دے۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

اب اس حدیث میں بڑی خوبصورت اور بڑی جامع دعا سکھائی گئی ہے۔ اس کا صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ میرے گناہوں سے درگزر کر، مجھے معاف کر دے۔ فرمایا کہ رمضان کی برکات سے تُو نے مجھے فیضیاب فرمایا، مجھے توفیق دی کہ مَیں نے روزے رکھے، تیری عبادت کی، تجھ سے مغفرت طلب کی، اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی مانگی، تجھ پر مکمل یقین اور ایمان مجھے حاصل ہوا۔ اور آج تُو نے مجھ پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ مَیں نے تمہاری دعاؤں کو سنا، تمہاری گریہ وزاری کو سنا، مجھے لیلۃ القدر کا علم دیا اور مجھے لیلۃ القدر دکھائی۔ تو میری یہ دعا ہے کہ میرے اندر کی تمام برائیوں کا نام و نشان مٹا دے، میرے گناہوں کو یوں دھو ڈال جیسے کہ یہ کبھی تھے ہی نہیں۔ تُو بادشاہ ہے، تیرے خزانے میں کبھی کوئی کمی نہیں آئے گی اگر تُو یہ سلوک میرے ساتھ کرے۔ اور پھر یہ سلوک بھی کر کہ مجھے کبھی ان باتوں کا، ان غلط حرکات کا کبھی خیال تک بھی نہ آئے جو مَیں ماضی میں کر چکا ہوں۔ اور رمضان کے بعد ہمیشہ میں پاک صاف ہو کر اور تیرا

بندہ بن کر رہوں۔اور یہی چیز ہے جسے تُو اپنے بندوں کے لئے پسند کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سورۃ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’احادیث میں مذکورہ لیلۃ القدر بھی ایک جہت سے اسی لیلۃ القدر سے تعلق رکھتی ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا تھا اور یہ کہ ان معنوں کی رُو سے اصل لیلۃ القدر وہی رات ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا تھا اور صرف اس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اور اس عہد کو تازہ کرنے کے لئے جو نزول قرآن کریم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے باندھا تھا۔اس نے لیلۃ القدر مقرر کی ہے اور اس فائدہ کو مدنظر رکھ کر کہ اُمّت کے کمزور لوگ بھی کم از کم دس راتیں تو خوب عبادت کرلیں۔اس نے رمضان کی آخری دس راتوں میں اسے چھپا دیا ہے اور معین رات مقرر نہیں کی تا کہ اس کا قیام ایک رسم ہو کر نہ رہ جائے جسے اسلام بہت ناپسند کرتا ہے۔اب جو چاہے رمضان کی آخری راتوں میں سے تلاش کرسکتا ہے۔اور اس میں کیا شک ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو دس راتوں میں تلاش کرے گا اُسے دین کے ساتھ پہلے سے زیادہ لگاؤ ہو جائے گا اور اُس کے دل میں دین کی محبت پیدا ہو جائے گی اور اُس سے یہ اُمید کی جاسکے گی کہ پہلی غلطیوں کو چھوڑ کر پورے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف جھک جائے اور کسی وقت اس کی ہر رات ہی لیلۃ القدر ہو جائے گی۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۳۲۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

’’لَیْلٌ۔ظُلْمتٌ اور قَدْرٌ۔دال کے سکون کے ساتھ بمعنے مرتبہ۔یہ دونوں صفتیں ایک جگہ اکٹھی کردی گئی ہیں۔لیلۃ القدر، ایک خاص رات رمضان شریف کے آخر دھاکا میں ہے جس کا ذکر سورۃ الفجر میں ﴿وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ﴾(فجر:۵) میں بھی کیا گیا ہے۔اور ایک جگہ فرمایا: ﴿شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾(البقرہ:۱۸۶) اور دوسری جگہ بیان فرمایا ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾(القدر:۲) ان دونوں آیتوں کے ملانے سے بھی معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان شریف میں ہے۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بھی زیادہ تشریح کرکے یہ پتہ دیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کے آخیر دھاکا کی طاق راتوں میں ہوا کرتی ہے۔کسی سال اکیسویں شب کو، کسی سال ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹ ویں شب کو۔اس شب کے فضائل صحیح حدیثوں میں بے حد بیان فرمائے ہیں‘‘۔

پھر فرمایا: ’’﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ﴾ کا مرجع جس طرح قرآن شریف سمجھا گیا ہے اسی طرح اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارک بھی مراد ہے۔اسی لئے ﴿اَنْزَلْنٰهُ﴾ فرمایا کہ قرآن اور مُنَزَّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰن دونوں ہی مرجع ٹھہریں۔ورنہ اَنْزَلْنٰهُ هٰذَا الْقُرْاٰن فرمانا کوئی بعید بات نہ تھی۔لیل وہ ظلمت کا زمانہ ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت سے پہلے کا زمانہ تھا۔جس کو عام طور پر ایام جاہلیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور قدر دال کی سکون کے ساتھ وہ قابل قدر زمانہ ہے جس زمانے سے پیغمبر ﷺ کی بعثت شروع ہوئی اور اس کی مدت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں سے ۲۳ سال کی مدت تھی۔جس میں ابتداء الی آخر سارے قرآن شریف کا نزول ہوا۔ایک طرف ظلمت کے ایام ختم ہوئے اور دوسری طرف قابل قدر زمانہ شروع ہوا۔اس لئے یہ متضاد صفت لیل اور قدر یہاں آکر اکٹھے ہوگئے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔۲۲؍اگست ۱۹۱۲ء۔بحوالہ حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۴۲۷)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

’’﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔چونکہ پہلی سورۃ میں قرآن کریم کا ذکر آچکا تھا اس لئے یہاں بجائے یہ کہنے کے کہ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا الْقُرْاٰنَ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ اللہ تعالیٰ نے صرف اس کی طرف ضمیر پھیر دی اور کہہ دیا کہ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ کیونکہ یہ بات ہر شخص پہلی سورۃ پر نظر ڈال کر آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا تھا اور اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ قرآن کریم کا خاص طور پر نام لیا جاتا۔

لَیْلَة اور لَیْل کے معنے رات کے ہوتے ہیں۔.......... لَیْل کا لفظ ۷۹ دفعہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے اور لَیْلَة کا لفظ صرف آٹھ دفعہ۔اور عجیب بات یہ ہے کہ لفظ لَیْلَة کا استعمال نزول کلام الٰہی یا اس کے متعلقات کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔یعنی ایسے احکامات جب دئے گئے ہوں، شریعت کی بات جب کی گئی ہے تب لَیْلَة کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ امر اتفاق نہیں کہلا سکتا۔ضرور اس میں حکمت ہے اور لَیْل اور لَیْلَة کا یہ فرق بے معنی نہیں‘‘۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

’’اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے کامل بروزوں کی طرف اشارہ ہے۔لیکن چونکہ ناقص بروز بھی بروز ہی ہوتا ہے اس لئے یہ آیت ناقص بروزوں کے متعلق بھی اشارہ کرتی ہے یعنی ایسے زمانہ کے مصلحین کی نسبت بھی جبکہ کامل تاریکی تو نہیں آئے گی لیکن ایک نئی زندگی کی ضرورت انسان کو محسوس ہوگی۔حدیثوں میں آتا ہے کہ ہر صدی کے سر پر دنیا کو ایک ہوشیار کرنے والے کی ضرورت پیش آجاتی ہے اور اسلام میں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجتا رہے گا۔ان مجددوں کے متعلق بھی اس آیت میں پیشگوئی موجود ہے کیونکہ وہ بھی جزوی طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کے قائمقام ہوتے ہیں اور ایک جزوی تاریک رات میں ان کا ظہور ہوتا ہے‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۳۱۹)

پھر فرمایا کہ: ’’شہر کے معنے عالم کے بھی ہیں۔ان معنوں کی رو سے اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ اس لَیْلَةُ الْقَدْر میں جو معارف اور علوم کھلے ہیں وہ ہزار عالم سے بہتر ہیں۔..........اس مضمون سے مسلمانوں کو اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ جب بھی اسلام پر کوئی مصیبت کا زمانہ آئے انہیں علماء ظاہری کی امداد پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے‘‘ (مولویوں کے پیچھے نہ پڑ جائیں کہ وہ ہی ہمیں سبق دیں) ’’بلکہ انہیں چاہئے کہ ایسے تاریک زمانوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اترنے والی امداد کی طرف نظر رکھا کریں کہ جو کچھ آسمانی امداد اور ہدایت سے انہیں حاصل ہوگا وہ ظاہری علماء کی مجموعی کوششوں سے حاصل نہ ہوسکے گا۔مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔یہ زمانہ اسلام کے گزشتہ زمانوں سے زیادہ تاریک ہے۔بعد زمانہ نبوی ایسا سخت زمانہ اسلام پر کبھی نہیں آیا لیکن مسلمان اس بلاء کے دور کرنے کے لئے انسانوں پر زیادہ نظر رکھتے ہیں بہ نسبت خدا کے۔خدا تعالیٰ نے ان دنوں میں بھی حسب بشارات قرآنیہ اور حسب وعدہ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ اپنا ایک مامور بھیجا ہے لیکن لوگوں کی اس طرف توجہ نہیں بلکہ خود ساختہ علاجوں کی طرف مائل ہیں۔اللہ تعالیٰ ہی ان کی حالت پر رحم فرمائے‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۳۳۲۔۳۳۳)

آج بھی دیکھ لیں یہ لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، اعتکاف بھی بیٹھتے ہیں اور بظاہر احکامات پر عمل کر رہے ہوتے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی سے انکاری ہیں، آپ کے بھیجے ہوئے مامور کی تضحیک و تکفیر کر رہے ہیں، اس کا انکار کر رہے ہیں۔اس لئے اللہ کے فضلوں کے وارث بھی نہیں ٹھہر رہے۔بلکہ آج کل جو حالات ہیں وہ اس قدر خوفناک ہیں اور ایسے بھیانک مسائل کی طرف جا رہے ہیں کہ احمدیوں کو تو بہرحال امت مسلمہ کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہئے اور ان دنوں میں، خاص طور پر رمضان کے دنوں میں، آخری عشرہ میں بھی، اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔اتنے لمبے عرصہ کی اندھیری رات دیکھنے کے بعد بھی ان کو عقل نہیں آرہی۔نام نہاد علماء نے انہیں غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔اللہ تعالیٰ امت کو ایسے نام نہاد علماء سے نجات دے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

’’ہزار مہینوں میں چونکہ تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں اس لئے کے ﴿لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ﴾ یہ معنے ہوئے کہ تم اس زمانہ کا کیا ذکر کرتے ہو یہ زمانہ تو تیس ہزار زمانوں سے بڑھ کر ہے۔اگر بعد میں تاریکی کے تیس ہزار دور بھی آجائیں تب بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بے قیمت قرار نہیں دیا جاسکتا۔تب بھی یہی کہا جائے گا کہ وہ زمانہ آئندہ آنے والے سب زمانوں سے بڑھ کر تھا۔کیونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکومت کا وہ ڈھانچہ قائم کردیا گیا تھا جو قیامت تک آنے والے لوگوں کی صحیح رہنمائی کرنے والا اور اُن کی مشکلات کو پورے طور پر دُور کرنے والا ہے‘‘۔(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۳۳۴)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ایک لیلۃ القدر تو وہ ہے جو پچھلے حصہ رات میں ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے اور ہاتھ پھیلاتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا اور استغفار کرنے والا ہے جو مَیں قبول کروں؟ لیکن ایک معنے اس کے اور ہیں جسے بدقسمتی سے علماء نے مخالفت اور منکر ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ہم نے قرآن کو ایسی رات میں اتارا ہے کہ تاریک و تار تھی اور وہ اس مصلح کی خواہاں تھی۔خدا تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جب کہ اس نے فرمایا ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾۔پھر جب انسان کو عبادت کے لئے پیدا

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

کیا ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ تاریکی میں پڑا رہے۔ایسے ہی زمانے میں بالطبع اس کی ذات جوش مارتی ہے کہ کوئی مصلح پیدا ہو۔پس ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ اس زمانہ ضرورت بعثت آنحضرت ﷺ کی ایک اور دلیل ہے"۔(الحکم جلد نمبر۱۰ نمبر۲۷۔ مورخہ ۳۱/جولائی ۱۹۰۶ء۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۷۱۔۶۷۲)

پس آج بھی آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک لمبے زمانہ کی تاریکی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو مبعوث ہونا ہے عین ضروری تھا۔ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر اس زمانہ میں ہم نے ایک لیلۃ القدر کا نظارہ دیکھ لیا۔اللہ تعالیٰ رمضان میں آنے والی لیلۃ القدر کے نظارے بھی ہمیں دکھائے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"مجددین پر جب اس پیشگوئی کو چسپاں کیا جائے گا تو ﴿مِنْ کُلِّ اَمْرٍ﴾ کے معنے سب امور کے نہیں ہونگے بلکہ سب وقتی ضرورت کے امور ہونگے یعنی جس جس خرابی کی اصلاح کے لئے انہیں ملائکہ کی مدد کی ضرورت ہوگی ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے ملائکہ نازل کر دئے جائیں گے یا اسلام کی ترقی کے لئے جن امور کی ضرورت ہوگی ان امور میں انہیں ملائکہ کی مدد حاصل ہوگی۔گویا ﴿مِنْ کُلِّ اَمْرٍ﴾ کے معنے ہوں گے کل ضروری امور۔لیکن وہ موعود جو بروز کامل کے طور پر ظاہر ہوں گے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول کریم ﷺ کے کامل بروز ہوں گے اس لئے جس طرح رسول کریم ﷺ کے متعلق اس آیت کے یہ معنے تھے کہ قرآنی شریعت کو ہر لحاظ سے کامل کیا جائے گا۔اسی طرح ان کے متعلق اس آیت کے یہ معنے ہوں گے کہ اس زمانہ میں قرآن کریم کی ساری خوبیاں مخفی ہو جائیں گی۔تب اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنے ملائکہ کو نازل فرمائے گا اور قرآن کریم کی تمام خوبیوں کو دنیا پر دوبارہ ظاہر کرے گا۔اس صورت میں ﴿مِنْ کُلِّ اَمْرٍ﴾ کے معنے صرف ضروری امور کے نہیں ہوں گے بلکہ تمام امور کے ہوں گے یعنی کوئی امر ایسا نہیں ہوگا جس کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول نہ ہو"۔(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۳۳۷)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"سورۃ القدر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لوگوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا بلکہ جب وہ گمراہ ہو جائیں گے اور اندھیروں میں گر جائیں گے تو ان پر لیلۃ القدر کا زمانہ آئے گا اور روح زمین پر نازل ہوگا۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے گا اسے اتارے گا اور اسے مجدد بنا کر مبعوث فرمائے گا اور روح کے ساتھ ملائکہ بھی نازل ہوں گے جو لوگوں کے دلوں کو حق اور ہدایت کی طرف کھینچ کر لائیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا"۔

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۲۔۹۳۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۷۰۔۶۷۱ حاشیہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی رسول یا نبی یا محدّث اصلاحِ خلق اللہ کے لئے آسمان سے اترتا ہے تو ضرور اس کے ساتھ اور اس کے ہمرکاب ایسے فرشتے اترا کرتے ہیں کہ جو مستعد دلوں میں ہدایت ڈالتے ہیں اور نیکی کی رغبت دلاتے ہیں۔اور برابر اترتے رہتے ہیں جب تک کفر و ضلالت کی ظلمت دور ہو کر ایمان اور راست بازی کی صبح صادق نمودار ہو جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ۔ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ سو ملائکہ اور روح القدس کا تنزل یعنی آسمان سے اترنا اسی وقت ہوتا ہے جب ایک عظیم الشان آدمی خلعتِ خلافت پہن کر اور کلام الٰہی سے شرف پا کر زمین پر نزول فرماتا ہے۔روح القدس خاص طور پر اس خلیفہ کو ملتی ہے اور جو اس کے ساتھ ملائکہ ہیں وہ تمام دنیا کے مستعد دلوں پر نازل کئے جاتے ہیں تب دنیا میں جہاں جہاں جوہر قابل پائے جاتے ہیں سب پر اس نور کا پرتو پڑتا ہے اور تمام عالم میں ایک نورانیت پھیل جاتی ہے اور فرشتوں کی پاک تاثیر سے خود بخود دلوں میں نیک خیال پیدا ہونے لگتے ہیں اور توحید پیاری معلوم ہونے لگتی ہے اور سیدھے دلوں میں راست پسندی اور حق جوئی کی ایک روح پھونک دی جاتی ہے اور کمزوروں کو طاقت عطا کی جاتی ہے اور ہر طرف ایسی ہوا چلنی شروع ہو جاتی ہے کہ جو اس مصلح کے مدعا اور مقصد کو مدد دیتی ہے۔

ایک پوشیدہ ہاتھ کی تحریک سے خود بخود لوگ صلاحیت کی طرف کھسکتے چلے آتے ہیں اور قوموں میں ایک جنبش سی شروع ہو جاتی ہے۔تب ناسمجھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ دنیا کے خیالات نے خود بخود راستی کی طرف پلٹا کھایا ہے۔لیکن درحقیقت یہ کام ان فرشتوں کا ہوتا ہے کہ جو خلیفۃ اللہ کے ساتھ آسمان سے اترتے ہیں اور حق کے قبول کرنے اور سمجھنے کے لئے غیر معمولی طاقتیں بخشتے ہیں۔سوئے ہوئے لوگوں کو جگا دیتے ہیں اور مستوں کو ہوشیار کرتے ہیں اور بہروں کے کان کھولتے ہیں اور مُردوں میں زندگی کی روح پھونکتے ہیں اور ان کو جو قبروں میں ہیں باہر نکال لاتے ہیں تب لوگ یکدفعہ آنکھیں کھولنے لگتے ہیں اور ان کے دلوں پر وہ باتیں کھلنے لگتی ہیں جو پہلے مخفی تھیں۔اور درحقیقت یہ فرشتے اس خلیفۃ اللہ سے الگ نہیں ہوتے۔اُسی چہرہ کا نور اور اس کی ہمت کے آثار جلیّہ ہوتے ہیں جو اپنی قوتِ مقناطیسی سے ہر ایک مناسبت رکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں خواہ وہ جسمانی طور پر نزدیک ہو یا دور ہو اور خواہ آشنا ہو یا بکلی بیگانہ اور نام سے بے خبر ہو۔غرض اس زمانہ میں جو کچھ نیکی کی طرف حرکتیں ہوتی ہیں اور راستی کے قبول کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتے ہیں خواہ وہ جوش ایشیائی لوگوں میں پیدا ہوں یا یورپ کے باشندوں میں یا امریکہ کے رہنے والوں میں، وہ درحقیقت انہی فرشتوں کی تحریک سے جو کہ خلیفۃ اللہ کے ساتھ اترتے ہیں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔یہی الٰہی قانون ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔(فتح اسلام صفحہ ۱۸ یا ۲۱ حاشیہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عشرہ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور جن مقاصد کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ان مقاصد کو پورے ہوتے ہیں ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں۔اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے جھنڈے تلے لانے کے نظارے ہمیں دکھائے اور ان دنوں میں کل دنیا کے احمدیوں کے لئے بہت دعائیں کریں۔اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محفوظ رکھے اور حقیقی اور سچا مسلمان بنائے۔خاص طور پر پاکستان اور بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔ہر وقت شر پسندوں کے فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔گزشتہ دنوں میں ہماری مسجد میں بنگلہ دیش میں ایک مخلص احمدی کو شر پسندوں نے شہید کر دیا۔انا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ ان تمام جگہوں پر شر پسندوں کو عبرت کا نشان بنائے اور اسی طرح ہندوستان میں بھی بعض جگہوں سے خبریں آتی ہیں کہ شر پھیلائے جا رہے ہیں اور تنگ کیا جا رہا ہے احمدیوں کو۔تو اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محفوظ رکھے اور بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں ان دنوں میں۔اللہ تعالیٰ ہمارے لئے جلد فتح کے سامان پیدا فرمائے۔

بقیہ:خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

خوف خدا اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ایک یہ بھی طریق بیان فرمایا ہے کہ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔آنحضرتؐ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی صادق نہیں ہے۔اس نبیؐ کے ساتھ چمٹ جاؤ اور اس کی تعلیم کا ساتھ دو۔حضرت مسیح موعودؑ نے سچ کی حسین تعلیم کو کھول کر بیان کیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ جس قدر سچائیاں قرآن میں ہیں کسی اور کتاب اور دین میں نہیں ہیں۔ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم سچ پر عمل کریں اور اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔

حضور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے کبائر گناہ یہ بیان فرمائے ہیں کہ اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی اور پھر جوش کے ساتھ فرمایا جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔جھوٹے کی علامت یہ ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دیتا ہے۔کسی کے دل میں سچائی اور کذب جمع نہیں ہو سکتے۔منافق کی چار علامتیں ہیں۔وہ گفتگو میں جھوٹ بولتا ہے، معاہدے میں غداری کرتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے اور جھگڑے میں گالی گلوچ سے کام لیتا ہے۔جس نے کسی بچے کو کہا آؤ مَیں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور پھر اسے نہیں دیتا تو یہ جھوٹ میں شمار ہوتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان کے مطابق قرآن کریم نے دروغ گوئی کو بت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے۔اس لئے بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔آج دنیا میں بہت جھوٹ پھیل گیا ہے۔جھوٹی اسناد، جھوٹے مقدمے اور جھوٹی گواہیاں بنا لی جاتی ہیں۔جھوٹ کو اللہ نے نجاست قرار دیا ہے۔حضور نے فرمایا کہ سچ بولو خواہ تمہیں یا تمہارے عزیز کو نقصان پہنچ رہا ہو۔سچائی سے رعب قائم ہوتا ہے۔سچائی اختیار کرنے والے کی مدد خدا کرتا ہے کیونکہ خدا کی ذات سچائی کا سرچشمہ ہے۔صدق مجسم قرآن ہے اور پیکر صدق آنحضرت ﷺ کی مبارک ذات ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے احباب کو سچائی اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی کہ ہر شعبہ زندگی میں سچ کا دامن پکڑے رکھنا ہے خواہ وکالت کا پیشہ ہو خواہ ڈاکٹر ہو یا استاد ہو یا دوسرے معاملات زندگی مثلاً میاں بیوی کے حقوق، سب میں سچائی اختیار کریں۔اور دوسروں کی انگلی احمدی کے بارہ میں اٹھے تو یہ گواہی دے کہ احمدی سچ بولتے ہیں۔حضور نے فرمایا کہ ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ کا استعمال نہ کریں۔کسی بھی پیشے میں کاروبار میں جھوٹ کا سہارا نہیں لینا۔جھوٹ بولنے والا شرک کرتا ہے کیونکہ وہ جھوٹ کو اپنا رازق سمجھ بیٹھتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو سچائی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والا بنا دے اور ہمارے دلوں میں جھوٹ سے نفرت پیدا کر دے۔

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

میں رو رہا ہوں قوم کے مرجھائے پھول پر
بلبل تو کیا ہے اس سے کہیں خوشنوا ہوں میں

نوائے محمود

ہائے وہ دل کہ جسے طرز وفا یاد نہیں
وائے وہ روح جسے قول بلیٰ یاد نہیں
درد دل، سوز جگر اشک رواں تھے مرے دوست
یار سے مل کے کوئی بھی تو رہا یاد نہیں
ہم وہ ہیں پیار کا بدلہ جنھیں ملتا ہے پیار
بھولے ہیں روز جزا اور جزا یاد نہیں

نصائح

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ
گرتے پڑتے در مولیٰ پہ رسا ہو جاؤ
اور پروانے کی مانند فدا ہو جاؤ
حق کے پیاسوں کے لئے آب بقا ہو جاؤ
خشک کھیتوں کے لئے کالی گھٹا ہو جاؤ
امر معروف کو تعویذ بناؤ جاں کا
بے کسوں کے لئے تم عقدہ کشا ہو جاؤ

نونہالان جماعت ! مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو
دل میں نخوت نہ ہو آنکھوں میں نہ ہو برق
غضب دل میں کینہ نہ ہو لب پہ کبھی دشنام نہ ہو
خیر اندیشی احباب رہے مدنظر
عیب چینی نہ کرو مفسد و نمام نہ ہو
چھوڑ دو حرص کرو زہد و قناعت پیدا
زر نہ محبوب بنے سیم دل آرام نہ ہو
امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعث فکر و پریشانئ حکام نہ ہو
رغبت دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو

❁❁❁❁❁

تقریب نکاح وشادی

۳۰/نومبر ۲۰۰۱ء کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت موجودگی میں مسجد فضل لندن میں مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نے عزیزم مکرم وسیم احمد صاحب ملک ابن مکرم ملک سلیم احمد صاحب ناصر آف امریکہ کے نکاح کا اعلان فرمایا جو عزیزہ مکرمہ مریم ملک صاحبہ بنت مکرم ملک محمد افضل صاحب آف لندن کے ساتھ پچیس ہزار ڈالر حق مہر پر طے پایا۔ عزیزم وسیم احمد ملک، حضرت مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد روس و بخارا کے پوتے ہیں۔

۱۴/اور ۱۵/دسمبر ۲۰۰۱ء کو بالترتیب رخصتانہ اور ولیمہ کی تقریبات ناصر ہال بیت الفتوح لندن میں ہوئیں جن میں ازراہ شفقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے شمولیت فرما کر برکت بخشی اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے بہت بابرکت فرمائے اور اپنے بزرگ آباء واجداد کی نیکیوں کا وارث بنائے۔

تعارف کتب

(آصف محمود باسط)

نام کتاب: خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا شہید۔ مرزا غلام قادر احمد۔

تالیف وتصنیف: امۃ الباری ناصر۔

ناشر: شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی پاکستان

تعداد صفحات: ۴۸۰۔ سائز: A5

انسانی آبادی کی شماریات پر کام کرنے والے ماہرین کی تحقیق ایک دن میں لاکھوں افراد پیدا ہوتے ہیں اور لاکھوں افراد رخصت ہو جاتے ہیں۔ ان لاکھوں میں سے کتنے ہیں جن کا اس دنیا میں آنا یا اس دنیا سے جانا خبر کی حیثیت رکھتا ہو۔ شاید لاکھوں میں ایک۔ محاورۃً نہیں، حقیقتاً۔ اس اعتبار سے غلام قادر شہید لاکھوں میں ایک تھے۔

صاحبزادہ مرزا غلام قادر نے ربوہ سے چنیوٹ جانے والی سڑک پر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی مگر دنیا میں رہنے والے کروڑوں احمدیوں کو اپنے گھر میں ایک خلا محسوس ہوا۔

صاحبزادہ صاحب کے والدین ہوں یا ان کے عزیز واقارب یا ان کو اکثر ملنے والے دوست احباب۔ ایسے لوگ ہوں جنہوں نے ان کو صرف دیکھا تھا، کبھی ملے نہ تھے۔ یا وہ جنہوں نے کبھی انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ غرض ہر احمدی کو ایسا لگا گویا ان کے گھرانے کا کوئی فرد گم ہو گیا ہو۔ ایسا کیوں تھا؟ بلکہ ایسا کیوں ہے؟ جی ہاں اس لئے کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے پہلے شہید تھے۔ آپ کی رگوں میں مسیح آخر زمان کا خون دوڑتا تھا۔ لیکن کیا یہی ایک وجہ تھی؟ نہیں۔ غلام قادر شہید میں ایسی خصوصیات اور صفات تھیں جو ہر اعتبار سے انہیں لاکھوں میں ایک بناتی تھیں۔

زیر نظر کتاب صاحبزادہ مرزا غلام قادر شہید کی شخصیت کے ہر پہلو کا احاطہ کرکے قاری کو بتاتی ہے کہ آپ لاکھوں میں ایک کیونکر تھے۔

بچپن ہی سے غیر معمولی ذہانت کا مالک امتحانات میں غیر معمولی کارکردگی دکھانے والا طالبعلم، غیر معمولی طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ، گھر آئی دنیاوی دولتوں کو رد کر دینے والا بلند حوصلہ واقف زندگی، مثالی بیٹا، مثالی شوہر، مثالی باپ، بہترین دوست، ظاہر و باطن ایک دوسرے سے بڑھ کر خوبصورت۔ خوش لباس، خوش اخلاق، خوش اطوار، خوش گفتار، بھرپور جوانی میں تقویٰ سے بھرپور، صاحبزادہ غلام قادر شہید کو اس عظیم قربانی کے لئے خدا نے پسند کر لیا۔ کتاب پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ آپ کو تو ہر کوئی پسند کرتا تھا۔ اگر آپ نے کبھی غلام قادر شہید کو نہیں دیکھا تھا یا کبھی ان سے نہیں ملے تھے پھر بھی یہ کتاب آپ کے دل میں قادر شہید کے لئے محبت بھر دے گی۔ آپ سمجھ جائیں گے کہ قادر شہید قابل محبت کیوں تھے۔ وہ صرف اس لئے عظیم نہیں کہ خدا کی راہ میں جان دے دی بلکہ وہ اتنے عظیم تھے کہ انہیں یہ شرف حاصل ہوا۔

دنیا میں کروڑہا لوگوں کی سوانح لکھی جاتی ہیں۔ بہت کم ہوتی ہیں جنہیں پڑھ چکنے کے بعد آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ اس شخصیت کو گویا ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ کامیاب سوانح عمری وہی ہوتی ہے جس کو پڑھتے ہوئے آپ اس کے مرکزی کردار کی نشست و برخاست، عادات واطوار، چشم تصور سے دیکھنے لگیں، محسوس کرنے لگیں۔ قادر شہید پر لجنہ اماء اللہ کراچی کی اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قاری کو قادر شہید اپنے آس پاس محسوس ہوتے ہیں۔

کتاب کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے اس خطبہ سے ہوتا ہے جس میں حضور رحمہ اللہ نے صاحبزادہ غلام قادر شہید کو خراج تحسین پیش کیا۔ پھر قادر شہید کا تعارف۔ اگرچہ 'خود آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے' مگر تعارف کی خوبصورتی یہ ہے کہ پڑھ کر قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ قادر شہید کا سلسلہ نسب، ننھیال، ددھیال ہر دو طرف سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے کس طرح جا ملتا ہے۔ پھر قاری غلام قادر شہید کی زندگی کا سفر آغاز سے ان کے ساتھ شروع کرتا ہے۔ بچپن، زمانہ طالبعلمی، نمایاں کارنامے، وقف زندگی، خدمت دین کی مختلف حیثیتوں سے توفیق اور پھر کارناموں میں کارنامہ یعنی بصد محبت وبصد رضا اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کر دینا۔

بچہ اپنی ماں کے وجود کا حصہ ہوتا ہے، شوہر اپنی بیوی کا لباس، بیوی شوہر کا لباس، اگرچہ کتاب میں قادر شہید پر لکھے گئے بہت سے مضامین شامل ہیں مگر صاحبزادہ غلام قادر شہید کی والدہ محترمہ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ اور اہلیہ صاحبزادی امۃ الناصر نصرت صاحبہ نے جو کلمات مرحوم کی یاد میں قلمبند کرائے ہیں وہ قاری کے جذبات میں تلاطم برپا کر دیتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جس کا باپ اس سے راضی، ماں راضی، بیوی عقیدتمندانہ حد تک راضی اور سب سے بڑھ کر خلیفۃ المسیح اس سے راضی ایسے شخص کے متعلق یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے کہ اس کا خدا بھی اس سے راضی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ غلام قادر شہید کو غریق رحمت فرمائے۔ ان کے لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ ایسی بلند پایہ شخصیت پر یہ کتاب تحریر اور تالیف کرکے شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی نے ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے۔

❁❁❁❁❁

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۲۷/دسمبر بروز ہفتہ قبل از نماز ظہر مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرم ملک غلام احمد صاحب آف دوالمیال،** پاکستان کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ مکرم ملک صاحب مورخہ ۲۴/دسمبر ۲۰۰۱ء کو اچانک دل کے حملہ سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی عمر ۵۷ برس تھی۔ آپ کا تعلق دوالمیال ضلع جہلم، پاکستان سے تھا اور نوٹنگھم میں رہائش پذیر تھے۔ وفات کے وقت اپنی جماعت کے سیکرٹری مال کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ اور تین بچے یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب:

اس کے ساتھ ہی **مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ملک محمد حنیف خان صاحب** مرحوم کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔ آپ مورخہ ۱۱/دسمبر ۲۰۰۱ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ مکرم رحمت اللہ صاحب مرحوم صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی اور مکرم محمد یٰسین خان صاحب صدر جماعت احمدیہ وولور ہیمپٹن کی والدہ تھیں۔ مرحومہ نیک سیرت، پرہیزگار، صوم وصلوٰۃ اور تہجد کی پابند اور خوش مزاج طبیعت کی مالک تھیں۔ آپ موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

XXXXXXXXX

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

کیا آپ نے الفضل انٹرنیشنل کا سالانہ چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں ادائیگی فرما کر رسید حاصل کر لیں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع فرمائیں۔ رسید کٹواتے وقت اپنے AFC نمبر کا حوالہ ضرور درج کروائیں۔ شکریہ

(مینجر)

BELA BOUTIQUE
ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات، فینسی سینڈلز،
مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے
Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)
Tel: 069-24279400 - e:mail-BELAboutique@aol.com

ٹوٹے ہوئے دل کی صدا

حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام

''خدا کرے یہ درد بھرے کلمات کسی سعید روح کے لئے مفید و بابرکت ہوں'' (حضرت مصلح موعودؓ)

(میر انجم پرویز۔ ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ کا پاکیزہ منظوم کلام آپ کی پاکیزہ سیرت کا آئینہ دار ہے۔ جس میں کلام اللہ کی تشریح اور آپ کے عشق الٰہی و عشق رسول کی شان اپنی پوری آن بان کے ساتھ درخشاں و تاباں ہے۔ آپ اپنے کلام کے بارہ میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''درحقیقت اگر دیکھا جائے، تو میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ، بلکہ میں سمجھتا ہوں ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصہ ایسا نکلے گا، جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے یا حدیثوں کی تفسیر ہے، لیکن ان میں بھی لفظ پھر مختصر ہی استعمال ہوئے ہیں، ورنہ شعر نہیں بنتا۔ شعر کے چند لفظوں میں ایک بڑے مضمون کو بیان کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں، جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ میں حل کیا گیا ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۷)

شعر وسخن کے بارہ میں آپ کا مسلک

شعر وسخن کے باب میں آپ کا مسلک کیا رہا ہے، اس پر آپؓ خود ہی روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''میں کسی نظم کو شاعری کے شوق میں نہیں کہتا، بلکہ جب تک ایک خاص جوش پیدا نہ ہو، نظم کہنا مکروہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے درد دل سے نکلا ہوا کلام سمجھنا چاہئے۔ بعض نظم نامکمل صورت میں پیش کرنے سے میرا مقصد یہ ہے تاکہ لوگ دیکھیں کہ شاعری کو بطور پیشہ نہیں اختیار کیا گیا، بلکہ جب کبھی قلب پر کیفیت ظاہر ہوتی ہے، تو اس کا اظہار کر دیا جاتا ہے اور پھر یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس کو مکمل بھی کیا جاوے۔ چونکہ میں تکلف سے شعر نہیں کہتا۔ ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے۔ پڑھو اور غور کرو۔ خدا کرے یہ درد بھرے کلمات کسی سعید روح کے لئے مفید و بابرکت ہوں۔''

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۴۷۳)

حضرت مصلح موعودؓ کی طبیعت میں شاعری کا ایک فطری رجحان پایا جاتا تھا اور یہ بات آپ کی طبع موزوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''میرے نزدیک شعر اس لئے کہنا کہ لوگ پسند کریں اور داد دیں درست نہیں۔ میں بھی شعر کہتا ہوں، لیکن جب میں شعر کہتا ہوں، تو نہیں معلوم ہوتا کہ کیا لکھ رہا ہوں۔ جب قلم ایک جگہ جا کر رک جاتا ہے، تو پھر خواہ کتنا ہی زور لگاؤں آگے شعر نہیں کہا جا سکتا۔۔۔ وہ شعر جس کو انسان تلاش کر کے لاتا ہے وہ ناپسند ہے، مگر جب طبیعت میں جوش ہو اور بغیر خوض اور غور کے مضامین جاری ہوں، تو ایک قسم کا القاء اور الہام ہوتے ہیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۷)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ اپنے اسی فطری رجحان اور شاعری سے دلی اُنس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''نظمیں عام طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ میں بھی نظم کو پسند کرتا ہوں اور خود شاعر ہوں، مگر اب نہ صرف کوئی شعر کہتا ہی نہیں، بلکہ کہہ ہی نہیں سکتا۔ پہلے تو یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ عصر سے لیکر مغرب تک سو (۱۰۰) شعر کہہ لئے تھے، لیکن اب اگر کبھی ایک مصرعہ منہ سے نکل جاتا ہے، تو دوسرا بننا مشکل ہو جاتا ہے، جس سے میں نے سمجھ لیا ہے کہ اس طرف سے میری طبیعت ہٹ گئی ہے، لیکن اس سے پسندیدگی کے مادہ میں کوئی کمی نہیں ہوئی، تو میں خود شاعر ہوں یا شاعر تھا، شعروں کو پسند کرتا ہوں۔'' (الفضل ۔ ۱۳ جون، ۱۹۱۹ء)

شعر گوئی۔ قوم کی زندگی کی علامت

ایک موقعہ پر اپنی جماعت کے لوگوں کو شعر گوئی کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔ ''مجھے رؤیا میں بتایا گیا ہے کہ قوم کی زندگی کی علامتوں میں سے ایک علامت شعر گوئی بھی ہے اور میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم شعر کہا کرو۔ یہی وجہ ہے کہ جلسہ سالانہ پر نظمیں پڑھنے کے لئے بھی وقت رکھا جاتا ہے، تو میں نظم کو پسند کرتا ہوں۔ شعر کہتا رہا ہوں اور رؤیا میں مجھے بتایا گیا ہے کہ اپنی جماعت کے لوگوں کو شعر کہنے کی تحریک کروں۔'' (الفضل ۱۳ جون ۱۹۱۹ء)

حاؔلی کو خط اور اس کا جواب

حضرت مصلح موعودؓ نے جب شعر کہنے شروع کئے تو آپ نے مولانا الطاف حسین حاؔلی کو خط لکھا کہ میں شاعری میں آپ کا شاگرد بننا چاہتا ہوں۔ اگر آپ منظور فرمائیں، تو آپ کو اپنا کلام اصلاح کے لئے بھیج دیا کروں۔ کچھ دنوں کے بعد مولانا صاحب کا جواب آیا کہ:۔

''میاں صاحبزادے! اپنی قیمتی عمر کو اس فضول مشغلے میں ضائع نہ کرو۔ یہ عمر تحصیل علم کی ہے۔ پس دل لگا کر علم حاصل کرو۔ جب بڑے ہو گے اور تحصیل علم کر چکو گے اور فراغت بھی میسّر ہوگی۔ اس وقت شاعری بھی کر لینا۔''

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۹)

۱۹۲۸ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مولانا الطاف حسین حالی کے فرزند اصغر جناب خواجہ سجاد حسین صاحب قادیان آئے اور حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات کی، تو حضورؓ نے اس واقعہ کا ذکر فرمایا: ''خواجہ صاحب! جب میں نے یہ خط آپ کے والد صاحب کو لکھا تھا اُس وقت میں بچہ تھا اور اب میری عمر بڑھاپے کے قریب پہنچ گئی ہے، مگر آج بھی جب کبھی مجھے آپ کے والد صاحب کی قابل قدر نصیحت یاد آتی ہے تو میں محسوس کرتا ہوں کہ مولانا حاؔلی نے مجھے بہت ہی عمدہ اور نہایت ہی نیک مشورہ دیا تھا اور مجھے ہمیشہ اس نصیحت میں مولوی صاحب کا خلوص جھلکتا ہوا نظر آتا ہے اور بے اختیار ان کی نیکی اور شرافت کی تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے۔''

(تذکرہ حالیؔ بحوالہ الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۹۷ء)

جلال لکھنوی سے اصلاح سخن

مولانا حاؔلی کے اس جواب کے ملنے کے بعد آپؓ نے پھر کسی اور استاد کی طرف فی الوقت رجوع نہ کیا۔ اس دور کے بکثرت اساتذہ میں سے تین حضرات بہت بلند پایہ اور عالمگیر شہرت رکھنے والے تھے یعنی منشی امیر احمد صاحب، امیر مینائی لکھنوی (امیر مینائی)، فصیح الملک نواب مرزا خان صاحب، داغ دہلوی اور جناب سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی۔

چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حاؔلی کے اس پر نصیحت جواب کے بعد آپؓ نے شاعری میں اصلاح لینے کا ارادہ ترک کر دیا، مگر اللہ تعالیٰ کی منشاء اور اس کی رضامندی کے تحت کچھ عرصہ آپ نے اصلاح بھی لی، مگر باقاعدہ شاگردی اختیار نہ کی۔ یہ سعادت اس وقت کے بلند پایہ شاعر جناب جلال لکھنوی کے حصے میں آئی۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں آپؓ نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا:۔ ''بچپن میں جب میں نے شعر کہنے شروع کیے، تو مجھے نامور اور قابل استاد کی تلاش ہوئی، جس سے میں اصلاح لوں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے میں نے جلال لکھنوی کا انتخاب کیا اور خط و کتابت کے ذریعہ میں ان سے اصلاح لیتا رہا۔ حضرت صاحب نے جلال لکھنوی کی بہت تعریف کی اور ارشاد فرمایا کہ وہ داغ سے بھی اچھے شاعر تھے۔''

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۹ حاشیہ)

جلال لکھنوی کا انتقال ۱۹۰۹ء میں ہوا۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ اصلاح سخن کا یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا یا اس سے پیشتر ہی کسی وقت ختم ہو گیا۔

شاعری کی ابتدا اور شاؔد تخلّص

حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۰۳ء میں شعر وسخن کی دنیا میں باقاعدہ قدم مبارک رکھا۔ اس وقت آپ کی عمر چودہ سال تھی اور آپ شاؔد تخلص فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کی پہلی مطبوعہ نظم میں یہی تخلص کیا گیا ہے، جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:۔

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے
بیمار عشق ہوں ترا دے تو شفا مجھے
بے کس نواز ذات ہے تیری ہی اے خدا
آتا نہیں نظر کوئی تیرے سوا مجھے
ڈوبا ہوں بحر عشق الٰہی میں شاؔد میں
کیا خاک دے گا فائدہ آب بقا مجھے

اس نظم کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس کمسنی کے باوجود آپ کا کلام کس قدر پختہ اور خیال کتنا بلند ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس نظم کے ذکر میں فرماتے ہیں:۔

''حضرت مصلح موعود بچپنؓ میں شاؔد تخلص لکھا کرتے تھے۔ دوسری نظموں میں محمود تخلص ہے۔ یہ نظم بچپن کی ہے پھر بھی بڑا اونچا کلام ہے۔''

(الفضل ۳۱ مئی ۱۹۹۹ء)

کلام محمود

حضرت مصلح موعودؓ کے عارفانہ منظوم کلام کا مجموعہ پہلی مرتبہ حضرت قاضی ظہور الدین اکمؔل صاحب نے مئی ۱۹۱۳ء میں شائع فرمایا اور ابتداء میں اس کا دیباچہ بھی لکھا۔ آپ کے مجموعہ کلام کی پہلی اشاعت پر تبصرہ کرتے ہوئے ''روزنامہ الفضل'' نے لکھا:۔

''کلام محمود'' حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا عارفانہ کلام ہے۔ سبحان اللہ اپنے اندر کشش مقناطیس سے بڑھ چڑھ کر اثر رکھتا ہے۔ کیوں نہ ہو؟ وہ اشعار جو ایک درد بھرے دل سے نکلیں ان میں جو رقت و سوز ہوتا ہے وہ ہرگز بناوٹ میں نہیں اور پھر وہ اشعار جو اپنے مولا کی الفت و محبت میں لکھے جاویں ان کا اثر تو جادو سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے فراق میں اور قوم کی حالت زار کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں وہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔

(الفضل یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء)

کلام محمود کے نمایاں پہلو اور نمونہ کلام

حضرت مصلح موعودؓ کے پاکیزہ منظوم کلام میں جو پہلو نمایاں نظر آتے ہیں ان میں عشق الٰہی، عشق رسول ﷺ، عشق قرآن، عشق مسیح موعودؑ، غیرت دینی، قوم کا درد، اخلاق اور نصائح وغیرہ شامل ہیں۔ بطور نمونہ ان موضوعات پر مشتمل چند اشعار ''کلام محمودؒ'' سے پیش خدمت ہیں:

عشق الٰہی

مئے عشق خدا میں سخت ہی مخمور رہتا ہوں
یہ ایسا نشّہ ہے جس میں میں ہر دم چور رہتا ہوں
اے مرے مولیٰ، مرے مالک، مری جاں کی سِپر
مبتلائے رنج و غم ہوں جلد لے میری خبر

عشق رسول ﷺ

کروڑ جاں ہو تو کردوں فدا محمدؐ پر
کہ اس کے لطف و عنایات کا شمار نہیں
دیکھ لینا ایک دن خواہش مری بر آئے گی
میرا ہر ذرّہ محمدؐ پر فدا ہو جائے گا

عشق قرآن

ہے قرآن میں جو سرور اور لذّت
نہ ہے مثنوی میں نہ بانگِ درا میں
بھلاؤں یاد سے کیونکر کلام پاک دلبر ہے
جدا مجھ سے تو اک دم کو بھی قرآں ہو نہیں سکتا

عشق مسیح موعودؑ

فدا تجھ پر مسیحا! میری جاں ہے
کہ تو ہم بے کسوں کا پاسباں ہے
مسیحا سے کوئی کہہ دو یہ جا کر
مریض عشق تیرا نیم جاں ہے

قوم کا درد

مدّت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں
رنج و محن کے قبضہ میں آیا ہوا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ
کس ابتلاء میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں
کہتا ہوں سچ کہ فکر میں تیری ہی غرق ہوں
اے قوم! سن کہ تیرے لئے مر رہا ہوں میں

وہ عقائد جو مذہب کے نام پر خون بہانے کو جواز فراہم کرتے ہیں

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

گزشتہ ایام میں کوالالمپور میں ایک اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اس بات پر بھی غور ہوا کہ آجکل اسلام سخت بدنام ہو رہا ہے اور اسے جبر وتشدّد، انتہا پسندی ، تنگ نظری اور مذہبی آزادی کا مخالف مذہب قرار دیا جا رہا ہے۔ مسلمان ملکوں میں دن بدن بڑھتی ہوئی انتہا پسندی (Extremism) اور دہشت پسندی (Terrorism) نہ صرف خود مسلمان ملکوں کے لئے بلکہ باقی دنیا کے امن کے لئے خطرہ قرار دی جا رہی ہے۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ انتہا پسند اپنی خلاف امن کاروائیوں کو خدمت اسلام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس کانفرنس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ مسلمانوں میں روشن خیال اعتدال پسندی (Enlightened Moderation) کو رواج دینے کی کوشش کی جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ اسلام جبر کا مذہب نہیں۔

مسلمانوں کے سمجھدار طبقہ میں یہ خیال جس شدّت سے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کے بعد پیدا ہوا ہے اسکی مثال پہلے نہیں ملتی۔ جیسے جیسے انتہا پسندی بڑھتی ہے یہ خیال زور پکڑتا جا رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی تقدیر لوگوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہی ہے جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی مندرجہ ذیل تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے۔

’’اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ اگر قرآن شریف اور تمام حدیث کی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے اور جہاں تک انسان کے لئے ممکن ہے تدبر سے پڑھا جائے یا سنا جائے تو اس قدر وسعت معلومات کے بعد قطعی یقین کے ساتھ معلوم ہوگا کہ یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبراً پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابل شرم الزام ہے۔ اور یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے تعصّب سے الگ ہو کر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانے سے پورا پورا کام لیا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے ان بہتانوں کی حقیقت پر مطلع ہو جائیں گے۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں صفحہ ۱۱)

اسی طرح فرمایا:

’’اور دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے جو بعض نادانوں میں مشہور ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مخالف ہیں‘‘۔ (تحفہ قیصریہ صفحہ ۱۵)

جبر وتشدّد پر مبنی سبھی عقائد دراصل مسئلہ جہاد کو غلط سمجھنے کا نتیجہ ہیں۔ جہاد جو کہ بعض نازک شرائط کے ساتھ مشروط تھا انہیں یا تو صحیح سمجھا نہیں گیا یا سیاسی وذاتی مقاصد کے لئے عمداً اس کی غلط تشریح کی گئی ہے۔ وہابی عقائد تو بالخصوص قرونِ وسطیٰ کے بگڑے ہوئے خیالات سے متاثر ہیں۔ ان عقائد کی جھلک مندرجہ ذیل اقتباسات میں دیکھی جاسکتی ہے جو قرآن کریم کے ان تراجم اور تفاسیر سے لئے گئے ہیں جو چند سال قبل مدینہ منورہ سے سعودی وزارت مذہبی امور اور رابطہ عالم اسلامی کے باہمی تعاون سے شائع کئے گئے ہیں۔ ایک ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی کے قلم سے ہے اور تفسیری حواشی مولانا صلاح الدین یوسف کے قلم سے ہیں۔ یہ چونکہ زیادہ با محاورہ اور معتدل ہے اس لئے تمام سوالوں کے جوابات اسی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ (صرف سوال میرے ہیں)

☆......☆......☆

سوال: کیا غیر مسلموں کو جبراً کلمہ پڑھانے کے لئے جہاد کیا جاسکتا ہے؟ کیا مرتد کی سزا قتل ہے؟

جواب: ﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرہ:۲۵۶) ترجمہ: ’’دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں‘‘۔ (صفحہ ۱۱۱)

تفسیر: اس کی شان نزول میں بتایا گیا ہے کہ انصار کے کچھ نوجوان یہودی یا عیسائی ہو گئے تھے۔ پھر جب یہ انصار مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اپنی نوجوان اولاد کو بھی جو یہودی یا عیسائی بن چکے تھے زبردستی مسلمان بنانا چاہا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ شان نزول کے اعتبار سے بعض مفسرین نے اسے اہل کتاب کے لئے خاص مانا ہے یعنی مسلمان مملکت میں رہنے والے اہل کتاب اگر وہ جزیہ ادا کرتے ہوں تو انہیں قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے یعنی کسی پر بھی قبول اسلام کے لئے جبر نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کو واضح کر دیا ہے۔ تاہم کفر وشرک کے خاتمے اور باطل کا زور توڑنے کے لئے جہاد ایک الگ اور جبر واکراہ سے مختلف چیز ہے۔ مقصد معاشرے سے اس قوت کا زور اور دباؤ ختم کرنا ہے جو اللہ کے دین پر عمل اور اس کی تبلیغ کی راہ میں روڑہ بنی ہوئی ہو۔ تاکہ ہر شخص اپنی آزاد مرضی سے چاہے تو اپنے کفر پر قائم رہے اور چاہے تو اسلام میں داخل ہو۔

چونکہ روڑہ بننے والی طاقتیں رہ رہ کر ابھرتی رہیں گی اس لئے جہاد کا حکم اور اس کی ضرورت بھی قیامت تک رہے گی جیسا کہ حدیث میں ہے ’’اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ‘‘۔ یعنی (جہاد قیامت تک جاری رہے گا)۔ خود نبی کریم ﷺ نے کافروں اور مشرکوں سے جہاد کیا اور فرمایا ہے ’’اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا‘‘ (صحیح بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب فان تابوا و اقاموا لصلوۃ) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللّٰہ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار نہ کرلیں۔

اسی طرح سزائے ارتداد (قتل) سے بھی اس آیت کا کوئی ٹکراؤ نہیں ہے (جیسا کہ بعض لوگ ایسا باور کراتے ہیں)۔ کیونکہ ارتداد کی سزا۔ قتل سے مقصود جبر و اکراہ نہیں ہے بلکہ اسلامی ریاست کی نظریاتی حیثیت کا تحفظ ہے۔ ایک اسلامی مملکت میں ایک کافر کو اپنے کفر پر قائم رہ جانے کی اجازت تو بے شک دی جا سکتی ہے لیکن ایک بار جب وہ اسلام میں داخل ہو جائے تو پھر اس سے بغاوت و انحراف کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ لہٰذا وہ خوب سوچ سمجھ کر اسلام لائے۔ کیونکہ اگر یہ اجازت دے دی جاتی تو نظریاتی اساس منہدم ہو سکتی تھی جس سے نظریاتی انتشار اور فکری انارکی پھیلتی جو اسلامی معاشرے کے امن کو اور ملک کے استحکام کو خطرے میں ڈال سکتی تھی۔ اس لئے جس طرح انسانی حقوق کے نام پر قتل، چوری، زنا، ڈاکہ اور حرابہ وغیرہ جرائم کی اجازت نہیں دی جاسکتی اسی طرح آزادیٔ رائے کے نام پر ایک اسلامی مملکت میں نظریاتی بغاوت (ارتداد) کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی۔ یہ جبر واکراہ نہیں ہے بلکہ مرتد کا قتل اُسی طرح عین انصاف ہے جس طرح قتل و غارت گری اور اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سزائیں دینا عین انصاف ہے۔ ایک کا مقصد ملک کا نظریاتی تحفظ ہے اور دوسرے کا مقصد ملک کو شر وفساد سے بچانا ہے اور دونوں ہی مقصد ایک مملکت کے لئے ناگزیر ہیں۔ آج اکثر اسلامی ممالک ان دونوں ہی مقاصد کو نظر انداز کر کے جن الجھنوں، دشواریوں اور پریشانیوں سے دوچار ہیں محتاج وضاحت نہیں‘‘۔

(صفحہ ۱۱۱۔۱۱۲)

☆......☆......☆

سوال: کیا عقیدہ کی خرابی بھی فتنہ ہے اور اس کے خاتمہ کے لئے جہاد ضروری ہے؟

جواب: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾۔ (انفال: ۳۹) ترجمہ: ’’اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے‘‘۔

تفسیر: ’’فتنہ سے مراد شرک ہے یعنی اس وقت تک جہاد جاری رکھو جب تک شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے ، یعنی اللہ کی توحید کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرا جائے‘‘۔ (صفحہ ۴۹۰)

☆......☆......☆

سوال: کیا کافروں سے تلوار کا جہاد کرنا شروع سے ہی فرض ہو گیا تھا یا بعد میں طاقت پکڑنے پر ہوا؟

جواب: ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾۔ (البقرہ:۱۹۱) ترجمہ۔ انہیں مارو جہاں بھی پاؤ۔

تفسیر: ’’مکہ میں مسلمان چونکہ کمزور اور منتشر تھے اس لئے کفار سے قتال ممنوع تھا۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی ساری قوت مدینہ میں مجتمع ہو گئی تو ان کو جہاد کی اجازت دے دی گئی۔ ابتداء میں آپ ﷺ صرف انہیں سے لڑتے جو مسلمانوں سے لڑنے میں پہل کرتے تھے۔ اس کے بعد اس میں مزید توسیع کر دی گئی اور مسلمانوں نے حسب ضرورت کفار کے علاقوں میں بھی جا کر جہاد کیا۔ ﴿حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ (جہاں بھی پاؤ) کا مطلب ہے تمکّنتم مِن قِتَالھم۔ ان کو قتل کرنے کی قدرت تمہیں حاصل ہو جائے۔ (ایسر التفاسیر)۔ فتنہ سے مراد کفر و شرک ہے یہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اس لئے اس کو ختم کرنے کے لئے جہاد سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔‘‘ (صفحہ۷۷)

☆......☆......☆

سوال: کیا یہودی اور عیسائی ممالک کے خلاف تلوار کا جہاد فرض ہے؟

جواب: ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ......﴾۔ (التوبہ: ۲۹)

ترجمہ۔ ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔‘‘

تفسیر: ’’مشرکین سے قتال عام کے حکم کے بعد اس آیت میں یہود و نصاریٰ سے قتال کا حکم دیا جا رہا ہے (اگر وہ اسلام نہ قبول کریں) یا پھر وہ جزیہ دے کر مسلمانوں کی ماتحتی میں رہنا قبول کرلیں‘‘۔

(صفحہ ۵۱۶)

☆......☆......☆

سوال: کیا پیروں، فقیروں اور سجّادہ نشینوں کو اپنا ملجاء وماویٰ سمجھنے والے بھی مشرک ہیں؟

جواب: ’’......شرک کے یہ مظاہر آج بھی عام ہیں بلکہ اسلام کے نام لیواؤں کے اندر بھی یہ بیماری گھر کر گئی ہے۔ انہوں نے بھی صرف غیر اللہ اور پیروں، فقیروں اور سجّادہ نشینوں کو اپنا ماوی و ملجاء اور قبلہ حاجات بنا رکھا ہے۔ بلکہ ان سے ان کی محبت اللہ سے بھی زیادہ ہے اور توحید کا وعظ ان کو بھی اسی طرح کھلتا ہے جس طرح مشرکین مکہ کو اس سے تکلیف ہوئی تھی۔‘‘

(۲:۱۶۵ صفحہ ۶۵)

’’آخرت میں پیروں اور گدی نشینوں کی بےبسی اور بے وفائی پر مشرکین حسرت کریں گے لیکن وہاں اس حسرت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کاش دنیا میں ہی وہ شرک سے توبہ کرلیں۔‘‘ (۲:۱۶۹ صفحہ ۶۶)

’’علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیّت سے ذبح کیا تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ ایک مرتد کا ذبیحہ ہوگا۔‘‘ (بقرہ ۲:۱۷۳ صفحہ ۶۹)

’’جیسے بہت سے بزرگوں کی قبروں پر بورڈ لگے

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

ہوتے ہیں مثلاً داتا صاحب کی نیاز کے لئے بکرے یہاں جمع کرائے جائیں)ان جانوروں کو چاہیے ذبح کے وقت اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا جائے یہ حرام ہی ہوں گے کیونکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی نہیں ، رضائے اہل قبور اور تعظیم لغیر اللہ یا خوف یا رجاء من غیر اللہ (غیر اللہ سے مافوق الاسباب طریقے سے ڈر یا امید) ہے جو شرک ہے ۔اسی طریقے سے جانوروں کے علاوہ جو اشیاء بھی غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز اور چڑھاوے کی ہوں گی"۔(صفحہ ۶۹)

☆......☆......☆

سوال: کیا مسلمانوں کو مرتد کرنے والوں سے جنگ ہونی چاہیے اور قرآن میں مرتد کی سزا قتل کہاں لکھی ہوئی ہے؟

جواب:" جو دین اسلام سے پھر جائے یعنی مرتد ہوجائے (اگر وہ توبہ نہ کرے) تو اس کی دنیوی سزا قتل ہے۔حدیث میں ہے **مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ**"۔

(صحیح بخاری ۔کتاب الجہاد ۔باب لا یعذب بعذاب الله)

" کفر و شرک بجائے خود قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اس لئے اگر مسلمانوں سے غلطی سے ایک آدھ قتل حرمت والے مہینے میں ہوگیا تو کیا ہوا؟

(زیر آیت والفتنة اکبر من القتل ۔۲:۲۱۷)

" جب یہ اپنی شرارتوں، سازشوں اور تمہیں مرتد بنانے کی کوششوں سے باز آنے والے نہیں تو پھر تم ان سے مقابلہ کرنے میں شہر حرام کی وجہ سے کیوں رکے رہو"۔"(۲:۲۱۷ صفحہ ۸۸)

☆......☆......☆

سوال: کیا آپ کے نزدیک شیعہ منافق ہیں؟

جواب : آیت بقرہ نمبر ۱۳ کا ترجمہ :" اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بے وقوف لائے ہیں ۔خبردار ہو جاؤ یقیناً یہی بے وقوف ہیں لیکن جانتے نہیں"۔

تفسیر :" ان منافقین نے ان صحابہؓ کو بے وقوف کہا جنہوں نے اللہ کی راہ میں جان و مال کی کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور آج کے منافقین یہ باور کراتے ہیں کہ نعوذ باللہ صحابہ کرامؓ دولت ایمان ہی سے محروم تھے ۔اللہ تعالیٰ نے جدید و قدیم دونوں منافقین کی تردید فرمائی"۔(صفحہ ۱۰)

☆......☆......☆

سوال: کیا کافروں سے ظاہری طور پر (منافقت سے) دوستی کی جاسکتی ہے؟

جواب: آل عمران آیت نمبر ۸ کا ترجمہ ہے۔

" مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو"۔"

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے یہاں اہل ایمان کو اس بات سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں کو اپنا دوست بنائیں کیونکہ کافر اللہ کے بھی دشمن ہیں اور اہل ایمان کے بھی دشمن ہیں تو پھر ان کو دوست بنانے کا جواز کس طرح ہوسکتا ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآن کریم میں کئی جگہ بُری صفات کے ساتھ بیان فرمایا ہے تا کہ اہل ایمان کافروں کی موالات (دوستی) اور ان سے خصوصی تعلق قائم کرنے سے گریز کریں ۔البتہ حسب ضرورت و مصلحت ان سے صلح و معاہدہ بھی ہوسکتا ہے اور تجارتی لین دین بھی ۔اسی طرح جو کافر مسلمانوں کے دشمن نہ ہوں ان سے حسن سلوک اور موالات کا معاملہ بھی جائز ہے (جس کی تفصیل سورہ ممتحنہ میں ہے) کیونکہ یہ سارے معاملات موالات (دوستی و محبت) سے مختلف ہے...... یہ اجازت (**اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً**) ان مسلمانوں کے لئے ہے جو کسی کافر حکومت میں رہتے ہوں کہ ان کے لئے اگر کسی وقت اظہار دوستی کے بغیر ان کے شر سے بچنا ممکن نہ ہو تو وہ زبان سے ظاہری طور پر دوستی کا اظہار کر سکتے ہیں"۔(۳:۲۸ صفحہ ۱۳۹)

☆......☆......☆

سوال: کیا ہر سود کھانے والے کی گردن اڑا دینی چاہئے؟

جواب:(ترجمہ۔البقرہ آیات ۲۷۸۔۲۷۹)

" اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان لانے والے ہو۔اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

تفسیر:" یہ ایسی سخت وعید ہے جو اور کسی معصیت کے ارتکاب پر نہیں دی گئی اس لئے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا ہے کہ اسلامی مملکت میں جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑا دے۔(ابن کثیر)" (صفحہ ۱۲۳)

☆......☆......☆

سوال : کیا اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو کلیدی آسامیوں پر فائز کرنا جائز ہے؟

جواب:" ﴿**يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِنْ دُوْنِكُمْ**......﴾۔(اٰل عمران: ۱۱۸)

ترجمہ۔اے ایمان والو تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ۔"

تفسیر:۔" یہ اور اس قسم کی دیگر آیات کے پیش نظر ہی علماء فقہاء نے تحریر کیا ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو کلیدی مناصب پر فائز کرنا جائز نہیں ...... بدقسمتی سے آج کے اسلامی ممالک میں بھی قرآن کریم کے اس نہایت اہم حکم کو اہمیت نہیں دی جا رہی ہے اور اس کے برعکس غیر مسلم بڑے بڑے اہم عہدوں اور کلیدی مناصب پر فائز ہیں جن کے نقصانات واضح ہیں ۔اگر اسلامی ممالک اپنی داخلی اور خارجی دونوں پالیسیوں میں اس حکم کی رعایت کریں تو یقیناً بہت سے مفاسد اور نقصانات سے محفوظ رہ سکتے ہیں"۔

(صفحہ ۱۶۸۔۱۶۹)

☆......☆......☆

سوال : کیا اسلامی حکومت میں حکمرانوں کا علماء کے مشورہ پر چلنا ضروری ہے؟

جواب:۱۵۹:۳ کی تشریح میں لکھا ہے:" ابن عطیہ کہتے ہیں کہ ایسے حکمران کے وجوب عزل پر کوئی اختلاف نہیں ہے جو اہل علم و اہل دین سے مشورہ نہیں کرتا۔"(صفحہ ۱۸۴)

☆......☆......☆

سوال : کیا عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے ؟نزول عیسیٰ کے بارہ میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب:﴿**بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ**﴾(نساء :۱۵۸) کا ترجمہ ہے:" بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے۔"

تفسیر : یہ نص صریح ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا اور متواتر صحیح احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے ۔یہ احادیث حدیث کی تمام کتابوں کے علاوہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی وارد ہیں ۔ان احادیث میں آسمان پر اٹھائے جانے کے علاوہ قیامت کے قریب ان کا نزول اور دیگر بہت سی باتوں کا تذکرہ ہے۔"(صفحہ ۲۷۲)

☆......☆......☆

سوال: احمدیوں کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: آیت ۴۵ :۳ کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ مسیح کی تشریح میں لکھا ہے۔

" کچھ اور محققین کہتے ہیں کہ مسیح یہود و نصاریٰ کی اصطلاح میں بڑے مامور من اللہ پیغمبر کو کہتے ہیں یعنی ان کی یہ اصطلاح تقریباً اولوالعزم پیغمبر کے ہم معنیٰ ہے ۔دجّال کو مسیح اس لئے کہا گیا ہے کہ یہود کو جس انقلاب آفریں مسیح کی بشارت دی گئی ہے اور جس کے وہ غلط طور پر اب بھی منتظر ہیں دجّال اُسی مسیح کے نام پر آئے گا یعنی اپنے آپ کو وہی مسیح قرار دے گا۔مگر وہ اپنے اس دعویٰ سمیت تمام دعووں میں دجل و فریب کا اتنا بڑا پیکر ہوگا کہ اوّلین و آخرین میں اس کی کوئی مثال نہ ہوگی اس لئے وہ الدجال کہلائے گا۔"

(صفحہ ۱۴۵)

سورہ النساء کی آیت ۱۶۴ :۴ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"......قرآن و حدیث سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار و حالات میں مبشرین و منذرین (انبیاء) آتے رہے ہیں ۔بالآخر یہ سلسلہ نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم فرما دیا گیا۔آپ سے پہلے کتنے نبی آئے ؟ان کی صحیح تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تاہم آپ کے بعد جتنے بھی دعویداران نبوت ہوگزرے یا ہوں گے سب کے سب دجال اور کذاب ہیں اور ان کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور امت محمدیہ سے الگ ایک متوازی امت ہیں ۔جیسے امت بابیہ، بہائیہ اور امت مرزائیہ وغیرہ اسی طرح مرزا قادیانی کو مسیح موعود ماننے والے لاہوری مرزائی بھی"۔(صفحہ ۲۷۵)

" ترجمہ : آیت الانعام ۶:۲۱۔" اور اس سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اللہ کی آیات کو جھوٹا بتلائے ۔ایسے بے انصافوں کو کامیابی نہیں ہوگی"۔

تفسیر:" یعنی جس طرح اللہ پر جھوٹ گھڑنے والا (یعنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا) سب سے بڑا ظالم ہے اسی طرح وہ بھی بڑا ظالم ہے جو اللہ کی آیات اور اس کے سچے رسول کی تکذیب کرے ۔جھوٹے دعویٰ نبوت پر اتنی سخت وعید کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ متعدد لوگوں نے ہر دور میں نبوت کے جھوٹے دعوے کئے اور یوں یقیناً نبی ﷺ کی یہ پیشگوئی کہ تیس جھوٹے دجال ہوں گے۔ ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے ۔گذشتہ صدی میں بھی قادیان کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آج اس کے پیروکار اُسے اس لئے سچا نبی اور بعض مسیح موعود مانتے ہیں کہ اُسے ایک قلیل تعداد نبی مانتی ہے ۔حالانکہ کچھ لوگوں کا کسی جھوٹے کو سچا مان لینا اس کی سچائی کی دلیل نہیں بن سکتا۔صداقت کے لئے تو قرآن و حدیث کے واضح دلائل کی ضرورت ہے۔

جب یہ دونوں ہی ظالم ہیں تو نہ مفتری (جھوٹ گھڑنے والا) کامیاب ہوگا اور نہ مکذب (جھٹلانے والا)۔اس لئے ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے انجام پر اچھی طرح غور کرے۔"(صفحہ ۳۴۷)

☆......☆......☆

اس مضمون میں وہابی ترجمہ و تفسیر قرآن سے صرف چند ایک ہی ایسے حوالے پیش کئے جاسکتے تھے جن کا تعلق مذہبی آزادی ، جہاد اور انسانی حقوق سے ہے۔لاکھوں نوجوانوں کے ذہنوں میں جب اس طرح کے فاسد اور فتنہ انگیز عقائد انڈیلے جا رہے ہوں تو کوئی بھی حکومت روشن خیال اعتدال پسندی کی فضا کیسے پیدا کرسکتی ہے؟ بجائے علامتیں دبانے کے اصل مرض کا علاج ہونا چاہیے جو صرف جماعت احمدیہ ہی کرسکتی ہے۔

احباب جماعت کا فرض ہے کہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کرام کے پیش کردہ قرآنی دلائل کے اسلحہ سے لیس ہوکر ان لغو، بیہودہ اور تعلیم اسلام کے منافی عقائد کا رد کرنے کے عظیم جہاد میں بھرپور حصہ لیں۔ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے ۔ ضروری ہے کہ ایسے باطل اعتقادات رکھنے والوں کی حقیقت سے دنیا کو روشناس کروایا جائے جن کے اعتقادات سے فتنہ وفساد اور جھوٹ اور منافقت نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو ایسے نادان دوستوں سے بچائے جو اسلام کے حسین چہرہ کو اپنے ایسے اعتقادات سے داغدار کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact: **Muhammad Sajid Qamar**

Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام ۔اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ منعقدہ

مجلس سوال و جواب

بتاریخ ۳۰/مارچ ۱۹۸۶ء

(سیّدنا حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ ۳۰/ مارچ ۱۹۸۶ء کو منعقد ہونے والی ایک مجلس سوال اور ان کے جوابات کے بعض سوال و جواب کو کیسٹ سے مرتب کرنے کے بعد ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین کر رہا ہے ۔اس مجلس کا اصلی لطف تو اس کی ویڈیو ریکارڈنگ دیکھنے اور سننے میں ہے ۔تاہم احباب کے استفادہ کے لئے اسے تحریری صورت میں پیش کیا جارہا ہے ۔کیسٹ سے اسے سن کر لکھنے میں بیلجئم کے مکرم نصیر احمد شاہد صاحب ،مکرم نعیم احمد شاہین صاحب اور مکرم ظہور الٰہی صاحب نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے ۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ (ادارہ)

اسلامی جہاد کی حقیقت

جہاد کے متعلق ایک سائل کے مختلف سوالوں کا جواب دینے اور اس کی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

مرزا صاحب نے ہرگز جہاد سے منع نہیں فرمایا۔آپ نے جہاد کے نام پر قتال سے منع فرمایا ہے یہ دو چیزیں بالکل مختلف ہیں ۔جہاد میں قتال بھی ہوتا ہے یہ درست ہے، ہوسکتا ہے۔لیکن ہر قتال کا نام جہاد نہیں ہے۔مسلمان اپنی آزادی کے لئے جنگ کرے اُس کا نام جہاد نہیں ہے ۔قرآن کریم نے جو جہاد کی تعریف کی ہے اس کو بھلا کر جو چاہے تعریف کرلیں وہ اسلامی تعریف تو نہیں بن سکتی۔ جہاد کی تعریف کے لئے سند کیا ہے؟ مجھے یہ بتائیے۔قرآن کریم اور حدیث ہے یا کوئی اور چیز ہے۔قرآن کریم سے وہ آیت جہاد نکال لیں جہاں پہلی دفعہ اجازت ملی ہے اور اس سے معاملہ بالکل کھل جائے گا۔اس کو بھلا کر کس طرح آپ جہاد کی بات کر سکتے ہیں ۔سورۃ الحج میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ۔ جہاد کی اجازت پہلے بھی تھی لیکن جہاد بالقرآن کی تھی ، جہاد بالسیف کی نہیں تھی ۔پہلی مرتبہ جہاد بالسیف کی اجازت سورۃ الحج میں ملی ہے۔وہ آیت یہ ہے۔﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ۔ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ ......﴾!(الحج:۴۰۔۴۱)

کہ اجازت دی جاتی ہے اُن لوگوں کو جن پر پہلے ہی تلوار سے حملہ کیا جارہا ہے کہ وہ بھی لڑائی کریں ۔یہ جو آیت کا ترجمہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں شیعہ، سنی کسی فرقے کا ۔اتنا واضح کھلا ترجمہ ہے کہ آپ کوئی قرآن اٹھا کے دیکھ لیں وہاں یہی ترجمہ ہے ۔ ﴿لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ﴾ کا مطلب ہے اُن کو اجازت دی جاتی ہے جن سے پہلے لڑائی کی جارہی ہے ۔یعنی دشمنوں نے ان سے لڑائی شروع کررکھی ہے اور ہم نے پہلے ان کو اجازت نہیں دی تھی ۔یعنی دشمن کا پہل کرنا جہاد کی اجازت کے لئے ضروری ہے۔

پہلی شرط یہ نکلی ﴿بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا﴾ اور لڑائی ان سے جو کرنے والے ہیں ان کے پاس کوئی جائز وجہ نہیں ہے کہ وہ ان کے خلاف تلوار اٹھائیں ۔از راہ ظلم وہ لڑائی کررہے ہیں دوسری شرط ہوئی کہ مظلوم ہوں وہ لوگ جن کے خلاف تلوار اٹھائی گئی۔

تیسری بات آگے بات چلانے سے پہلے خدا نے یہ بیان فرمادیو﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ﴾ اللہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ ان مظلوموں کی مدد پر ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے ۔آگے بڑھنے سے پہلے اس پر آپ غور کرلیں کہ جہاد کی کیا باتیں سامنے آئیں۔

اوّل یہ کہ مسلمانوں کو اسلام کے یا مذہب کے نام پر تلوار اٹھانے میں پہل کی کہیں اجازت نہیں ۔اختلافِ مذہب کے نتیجہ میں مسلمان تلوار نکال لے کہ اب میں تمہارا مذہب ٹھیک کرتا ہوں ورنہ تم مسلمان ہو جاؤ ۔اس کی سارے قرآن میں کہیں اجازت نہیں ۔اجازت ان لوگوں کو ہے جن کے خلاف پہلے دشمن نے تلوار اٹھائی۔

۲)وہ مظلوم ہیں انہوں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ اب بتایئے جو شخص، جو قوم مظلوم ہے اتنی کہ بڑی دلیری سے اس پر حملہ کرنے والے حملہ کر دیتے ہیں اور بغیر قصور کے ۔وہ کمزور بھی ہوگی ۔تو کمزور قوم کو لڑنے کی اجازت دے دینا یہ کونسی حکمت کی بات ہے ۔جب تک اس کی فتح کی ضمانت نہ دی جائے ۔اس لئے قرآن کریم کے حکیمانہ کلام کا حسن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خیال جو دل میں پیدا ہوتا ہی ہے کہ اتنی مظلوم اور کمزور قوم ہے جو چاہے اس کو جس طرح چاہے رگیدتا پھرتا ہے، جو چاہے اس پر تلوار اٹھاتا ہے اس کو اجازت دے دی ہے کہ لڑ پڑو۔جیسے آدمی ممولے کو کہہ دے کہ شہباز سے بے شک لڑ پڑو ہماری طرف سے اجازت ہے ۔لیکن خالی اجازت نہیں ہے ۔یہ وعدہ ہے ساتھ ﴿وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ﴾۔خدا زیادہ طاقتور ہے سب سے۔جب خدا اجازت دیتا ہے تو اس بات کی ضمانت بھی دیتا ہے کہ جن کو اجازت ہے ان کو فتحمند کرکے دکھائے گا۔یہ تیسری شرط ہوگئی جہاد کی کہ جو جہاد فی سبیل اللہ لڑا جاتا ہے اس میں لازماً اللہ تعالیٰ فتح عطا فرماتا ہے ۔ایک بھی جہاد حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں آپ کو دکھائی نہیں دے گا جس میں خدا کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا ہو۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ﴾ یہ وہی لوگ ہیں جو اتنے کمزور تھے کہ ان کو گھروں سے نکال دیا گیا اور نکالنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑا ۔تلواریں لیکر پیچھے پیچھے وہاں پہنچے جہاں نکال کے ان کو پھینکا تھا۔﴿اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ﴾ کوئی حق نہیں کوئی وجہ نہیں کہ کسی کو گھر سے نکالو اختلاف مذہب کی بنا پر ۔﴿اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ﴾ صرف ایک قصور ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے۔

یہ مضمون ختم کر کے خدا تعالیٰ اب ایک اور مضمون شروع فرماتا ہے اسی آیت میں ،ابھی آیت چل رہی ہے۔ ﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ ......﴾ اگر خدا تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے خلاف اپنے دفاع کی اجازت نہ دے یعنی یہاں دفاع کی اجازت ہے۔یاد رہے کہ دفع کا مطلب دفاع ہے، نہ کہ حملہ کرنا۔اسلام میں جہاد کا یہ تصور کہ تلوار اٹھاؤ اور دشمن کو قتل کرتے پھرو اس کا تو اس آیت نے قلع قمع کر دیاہ۔فرماتا ہے:﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ ......﴾ اگر خدا اپنے دفاع کی اجازت نہ دے تو کیا ہو۔﴿لَھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَصَلَوَاتٌ وَ مَسَاجِدُ﴾۔صَوَامِع اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں خدا کی راہ میں عبادت کرنے والے الگ ہوکر دنیا سے الگ ،کٹ کے ایک کٹیا بنا لیتے ہیں یا غار میں چلے جاتے ہیں ۔فرمایا﴿صَوَامِعُ﴾ بھی تباہ ہو جائیں ﴿بِیَعٌ﴾ اور گرجے بھی تباہ ہوجائیں۔ ﴿وَصَلَوَاتٌ﴾ اور یہودیوں کے معبد بھی تباہ ہو جائیں۔﴿وَ مَسَاجِدُ﴾ اور مسجدیں بھی ویران کردی جائیں جن میں خدا کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔

اب ذرا غور کریں اسلامی جہاد کی بات ہورہی ہے اس میں گرجوں اور صوامع اور یہودیوں کے معبدوں کا کیا ذکر۔ان کی حفاظت کا بھی اعلان ہے اس دفاع میں ۔یہ ہے اسلام۔

قرآن کریم جہاں دفاع کی اجازت دیتا ہے وہاں یہ بھی اعلان کررہا ہے کہ خدا کے نام پر جتنے بھی گھر بنائے جاتے ہیں خواہ وہ مسلمانوں کے ہوں یا غیر مسلموں کے ہوں ہم ہر ایک کے دفاع کی ضمانت دے رہے ہیں اور اگر یہ اجازت نہ دیتے تو صرف مسجدیں ہی ویران نہ ہوتیں بلکہ یہ سارے عبادت خانے جن میں عیسائی عبادت کرتے ہیں ،راہب عبادت کرتے ہیں، یہودی عبادت کرتے ہیں سب تباہ کردیئے جاتے۔ **یہ ہے اسلامی جہاد کی تعلیم۔**

اس تعلیم کی رو سے اگر کسی گرجے پر حملہ ہورہا ہو اور مسلمان دفاع کرتا ہوا مارا جائے تو یہ بھی جہاد ہے۔اس کو کہتے ہیں عالمی تعلیم ۔اس کو کہتے ہیں ایسا حسن جو جادو کی طرح سر چڑھ کر بولتا ہے۔اس تعلیم کو آپ دنیا میں پیش کریں پھر دیکھیں دشمنِ اسلام کے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے۔

اس تعلیم کو چھوڑ کر یہ تعلیم دینا کہ کسی سے اختلاف مذہب ہے اس کے گھر لوٹ لو۔اس کو گھروں سے نکال دو، بے وطن کردو ، مار دو ،تباہ کر دو ،وہ ہوتا کون ہے اسلام سے اختلاف کرنے والا۔یہ جہاد ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جہاد کے خلاف جس کا بگڑا ہوا تصور آج کے علماء پیش کررہے ہیں، پہلے بھی کررہے تھے،اس کے خلاف آپ نے اعلان کیا۔اور وضاحت کی کہ قرآن کریم نے جو جہاد کی شرائط پیش کی ہیں کوئی دنیا میں اس کو منسوخ نہیں کر سکتا ۔جب بھی وہ لاگو ہوں گی اس دفاع کی اجازت ہوگی ۔لیکن ان حالات میں جبکہ دشمن مذہبی اختلاف کی بنا پر تم پر حملے نہیں کرتا ،تمہارے مذہب میں دخل اندازی نہیں کرتا ،تمہارے گھروں سے نہیں نکالتا ،خدا کے نام پر تمہیں اسلام سے الگ کرنے کے لئے زبردستی نہیں کرتا ،تم جو لڑائی کرو اس کا نام مذہبی جہاد نہیں رکھ سکتے۔

سیاسی لڑائیاں سو قسم کی ہوتی ہیں ۔اب آپ یہ دیکھیں عراق لڑ رہا ہے کہ نہیں ایران کے خلاف، دونوں کی سیاسی لڑائیاں ہیں ۔اگر ایران کہے کہ یہ ہمارا جہاد ہے اور عراق کہے کہ ہمارا جہاد ہے تو کس کے مرنے والے جنّت میں جائیں گے؟ کس کے مرنے والے دوزخ میں جائیں گے؟ کبھی یہ بھی ہوا ہے کہ دفاع کرنے والا جہاد کر رہا ہو، دفاع میں مرنے والا بھی جنّت میں جارہا ہو اور اس کو مارنے والا بھی جنّت میں جا رہا ہو ۔اس لئے باشعور انسان کی طرح پہلے تعلیم کا مطالعہ کرنا چاہیئے ،قرآن کریم کی بنیادی تعلیم کو سمجھنا چاہیئے **پھر فرق کریں مذہبی اور سیاسی جنگوں میں** ۔اگر آپ یہ فرق نہیں کریں گے تو آپ اسلام کا دفاع ہی نہیں کرسکتے۔

دیکھیں اسلام کی تاریخ میں ابتداء ہوئی ہے مذہبی جنگوں سے جن میں سو فیصدی مذہبی اصولوں کی اطاعت کی گئی اور حضرت رسول کریم ﷺ کے زمانے میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں جس پر دشمن انگلی رکھ سکے اور ہم اس کا دفاع نہ کرسکیں ۔بعد میں جب سیاسی حکومتیں قائم ہوگئیں تو ان میں کئی ایک سیاسی جنگیں تھیں جو مسلمانوں کی طرف سے ہوئیں لیکن ان میں کوئی جواز نظر نہیں آتا۔جب اُس پر دشمن حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے یہ تمہارا جہاد ہے تو کس طرح آپ دفاع کریں گے۔ یہی اصول ہے کہ ان کو کہو کہ قرآن کریم مذہبی جنگوں کی اجازت دیتا ہے مذہبی شرائط کے ساتھ ۔اس کے علاوہ سیاسی جنگیں بھی دنیا میں ہوتی ہیں ان میں تاریخ دان کا کام ہے فیصلہ کرے لیکن اس میں مذہب کا قصور نہیں۔ کیا عیسائی قوموں نے دنیا میں سیاسی جنگیں نہیں کیں؟ ابھی بھی کررہی ہیں ۔کیا آپ عیسائیت کو رگیدیں گے اس کے نتیجہ میں۔

یہ ہے جماعت احمدیہ کا موقف کہ اسلامی جہاد زندہ وتابندہ ہے لیکن ان شرطوں کے ساتھ جو اسلامی جہاد کی شرطیں ہیں۔

ایک فلسطینی دوست میرے پاس تشریف لائے کہ بتاؤ یہ جنگ کیا ہے؟ یہ جہاد ہے کہ نہیں؟ میں نے کہا دیکھیں آپ مجھ سے جواب ایسا لینا چاہتے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں آپ اشتعال پیدا کریں۔میں یہ بتاتا ہوں کہ یہودیوں کا کوئی حق نہیں ہے وہاں رہنے کا۔ ایک سیاسی سازش ہے عالم اسلام کے خلاف ، یہ میرا فتویٰ ہے اور جماعت احمدیہ ہمیشہ صف اوّل میں یہود

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

”الفضل ڈائجسٹ“ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحب

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۰ اور ۲۱/اگست ۲۰۰۳ء میں حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحبؓ کی سیرۃ پر ایک مضمون شامل اشاعت ہے جسے مکرم خالد محمود شرما صاحب نے ”اصحاب احمد“ جلد دہم (مرتبہ محترم ملک صلاح الدین صاحب) سے تلخیص کرکے پیش کیا ہے۔

حضرت شیخ صاحب کا سابق نام کشن لعل تھا اور آپ پنڈت رلیارام اور جمنا دیوی کے بیٹے تھے۔ نسلوں سے ہندوؤں کے ایسے پروہت خاندان سے تعلق رکھتے تھے جن کے مرید کئی قریبی اضلاع میں موجود تھے۔ آپ کے والدین کے ہاں کُل آٹھ بچے پیدا ہوئے جن میں سے آپ کے علاوہ ایک بڑا بھائی اور ایک بہن زندہ رہے باقی بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ آپ ۱۸۸۷ء یا ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی شادی ہوگئی۔

آپ کے گھر میں بھی ایک مندر بنا ہوا تھا۔ سب لوگوں کا اعتقاد تھا کہ آپ کے بڑے بھائی میں دیویوں اور دیوتاؤں کی روح حلول کر جاتی ہے۔ بہت ساری مشرکانہ رسوم کا آپ کا خاندان پابندی کرتا تھا۔ ایسے حالات میں آپ نے جوانی میں قدم رکھا تو طاعون کا مرض پھیل گیا۔ ایسے میں کسی نے افواہ پھیلادی کہ بسنتی دیوی کو بھلانے سے یہ مرض پھیلا ہے اس پر ہر جگہ بسنتی دیوی کی پوجا ہونے لگی، آپ کے گھر میں بھی خصوصیت سے دیوی کی پوجا ہوتی تھی اور آپ کے بھائی کے جسم میں یہ دیوی بھی حلول کر جایا کرتی تھی۔ لیکن اس پوجا کے باوجود آپ کے والد اور بھاوجہ کی طاعون سے وفات ہوگئی۔ پھر چند دن بعد بھتیجا بھی طاعون سے بیمار ہوا تو اُس کی خاطر خاص طور پر پوجا اور منتیں شروع ہوئیں لیکن اُس کی موت کے بعد آپ کا اعتقاد دیویوں سے اُٹھ گیا اور بے چینی رہنے لگی۔

علاقہ کے اکثر لوگ آپ کے والد کے سودی کاروبار کا شکار تھے۔ دو مسلمان کاشتکار بھی اُن میں شامل تھے جن کا سارا غلہ آپکے والد اٹھوا لیا کرتے تھے لیکن سود کی رقم بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔ ایک بار جب اپنے بھائی کے کہنے پر اُن کے ہاں رقم لینے آپ خود گئے تو اُن کے گھر میں غربت کی انتہائی حالت اور فاقے دیکھ کر سخت تکلیف محسوس کی۔ مقروض نے جب رو رو کر قرض کی مدت میں اضافہ مانگا تو آپ نے اُن کا قرض ہی معاف کر دیا۔

دوسری طرف بڑے بھائی کی عیاشیوں کی وجہ سے خاندانی کاروبار خسارہ کا شکار ہوگیا یہاں تک کہ اپنے خاندان میں آپ پہلے فرد تھے جسے ملازمت کرنا پڑی۔ لیکن چونگی خانہ میں بطور چپڑاسی ملازم ہونا آپ کی ہدایت کا باعث بن گیا۔ وہاں ایک احمدی منشی عبدالوہاب صاحب محرر تھے۔ شیخ صاحب اکثر اُن کے پاس جا بیٹھتے۔ آہستہ آہستہ دعوت الی اللہ کا اثر ہونے لگا، البدر اور الحکم کا مطالعہ بھی ہوتا رہا۔ آپ احمدیت کے قریب ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپکے حالات تیزی سے بہتر کرنے شروع کر دیئے، گھر میں دفن شدہ کافی روپیہ اچانک مل گیا، بہن کی اچھی طرح شادی ہوگئی، چپڑاسی سے جلد ترقی کرکے سپرنٹنڈنٹ بنادیئے گئے۔

انہی دنوں جب حضرت منشی عبدالوہاب صاحبؓ نے آپ سے اپنے قادیان جانے کے ارادہ کا ذکر کیا تو حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شوق آپ کو اتنا پیدا ہوا کہ فوراً تیار ہوگئے اور جون یا جولائی ۱۹۰۴ء میں جمعہ کے روز قادیان پہنچے۔ اُس وقت آپ کے کان میں سونے کی بالیاں تھیں۔ لنگر سے کھانا کھاکر مسجد مبارک آگئے۔ جمعہ سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے تو آپ نے مصافحہ کیا اور حضورؑ کی زیارت سے دل بہت متأثر ہوا۔ اگرچہ آپ کی نیت بیعت کی نہیں تھی اور منشی صاحب نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ نوعمر ہیں اس لئے ابھی بیعت نہ کریں تاکہ ہندو کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں۔ لیکن دیدار کرتے ہی آپ اس کوچہ کے اسیر ہوچکے تھے۔ چنانچہ مغرب کے بعد خود آگے بڑھ کر بیعت کرلی اور اپنا نام رحیم بخش لکھوادیا جو خلافت اولیٰ میں بدل کر عبدالرحیم کردیا۔ سات روز قادیان میں گزار کر آپؓ واپس آگئے۔ پھر اگرچہ حضورؑ کی زندگی میں دوبارہ قادیان نہ جاسکے لیکن خط و کتابت ہوتی رہی۔

ایک عرصہ تک آپ نے احمدیت خفیہ رکھی۔ چھپ کر نمازیں پڑھتے رہے۔ ایک روز دفتر سے گھر آتے ہوئے آپؓ کی طبیعت خراب ہوئی اور ایسا لگا گویا آخری وقت ہے۔ اُس وقت آپؓ نے نماز میں دعا کی کہ خداتعالیٰ آپؓ کو اتنی مہلت دیدے کہ اپنے دین کا اظہار اعلانیہ کرسکیں۔ چنانچہ نماز میں ہی آپؓ کی حالت سنبھلنے لگی۔ بعد میں سوچنے لگے کہ اگر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تو ماں، خاندان حتیٰ کہ بیوی بچے بھی ساتھ چھوڑ دیں گے، جائیداد اور ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے،...... لیکن پھر خدا تعالیٰ سے کیا ہوا عہد یاد آتا تو زیادہ پریشان ہوجاتے۔ چنانچہ سارے حالات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں لکھ دیئے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ کچھ دیر توقف کرو اور اپنی اہلیہ کو تبلیغ کرکے اپنے ساتھ لانے کی کوشش کرو۔

لیکن تبلیغ کے بعد جب آپکی بیوی دونوں لڑکے لے کر اپنے باپ کے ہاں چلی گئی کہ وہ اپنا مذہب نہیں بدلے گی تو آپؓ نے سوچا کہ اسی عورت کے لئے رُکا ہوا تھا جب اس نے ساتھ نہیں دیا تو مزید توقف کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ تین چار قلمی اشتہار لکھے کہ اپنی خوشی سے مسلمان ہوتا ہوں اور رات کو شہر کی مختلف جگہوں پر یہ اشتہار چسپاں کردیئے۔ اس پر برادری نے آپؓ کے خاندان کا بائیکاٹ کر دیا۔ بعد میں اس شرط پر معافی ملی کہ خاندان آپؓ سے قطع تعلق رکھے گا۔

آپ کی والدہ کو آپؓ سے بہت محبت تھی۔ اگرچہ برادری کے ڈر کی وجہ سے آپ دونوں کی ملاقات نہ ہوسکتی لیکن وہ روزانہ آپؓ کے راستہ میں کھڑی ہوکر بلند آواز میں رویا کرتیں۔ جب اُن کی حالت بگڑنے لگی تو آپؓ نے ایک مسلمان عورت کے ذریعہ انہیں پیغام بھیجا کہ رات کو اُس عورت کے گھر آکر ملاقات کرلیں۔ پھر بعد میں اسی طرح چھپ کر ملاقاتیں ہونے لگیں۔

ایک بار آپؓ شدید بیمار ہوئے تو شیطانی وساوس آنے لگے کہ احمدی ہوکر تم نے کیا لیا، سب نے ساتھ چھوڑ دیا، ہندو ہوکر بھی عبادت کرتے رہتے......۔ اس پر آپؓ نے نماز شروع کردی اور رو رو کر دعا کی کہ اے اللہ! تیرا ساتھ کبھی نہ چھوٹے۔ پھر نماز ختم کی تو آپؓ کا بخار بھی اُتر چکا تھا۔

جب آپؓ کے دل میں قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن اس کی کوئی صورت اپنے علاقہ میں نہیں نکل سکتی تھی۔ انہی دنوں رسالہ ”تشحیذ الاذہان“ کیلئے ایک آسامی نکلی تو آپؓ نے بھی درخواست دیدی کہ دین کی تعلیم سیکھنے کیلئے قادیان آنے کو تیار ہوں۔ اُس وقت ایک رؤیا بھی دیکھا کہ قادیان میں ہیں اور ایک کتب خانہ کی چابیاں آپکو دی گئی ہیں۔ چنانچہ جب بلانے پر آپؓ قادیان پہنچے تو تشحیذ الاذہان کی لائبریری کی چابیاں آپؓ کے سپرد کردی گئیں۔ آپؓ اپنی ملازمت سے چھ ماہ کی بلاتنخواہ رخصت لے کر قادیان گئے تھے اور حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ کے پوچھنے پر عرض کیا تھا کہ دس روپیہ ماہوار مل جائے تو اُس میں سے پانچ روپے اپنی والدہ کو بھیج کر باقی پیسوں میں گزارا کرلوں گا اور اگر اُس سے کم میں بھی گزارا ہوسکتا ہو تو بھی کرلوں گا۔ ۲۶/دسمبر ۱۹۱۰ء کو آپؓ نے قادیان میں ملازمت کا آغاز کردیا۔

آپؓ کی بیوی کے احمدی نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اپنے باپ کی جائیداد کی وہ اکیلی وارث تھی جو احمدی ہونے کی صورت میں اس کو نہ مل سکتی لیکن ۱۹۳۰ء میں آپؓ کی پہلی بیوی اور دونوں لڑکے اور خسر بھی طاعون سے فوت ہوگئے۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپؓ کی دوسری شادی کا انتظام حضرت عائشہ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ کیا جو ۱۹۰۴ء میں اپنے والد حضرت کرم داد خان صاحبؓ کی وفات کے بعد حضرت اماں جانؓ کے سایہ میں پرورش پاتی رہی تھیں۔ اس بیوی سے اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ سب سے بڑے بیٹے محترم مولوی عبدالکریم شرما صاحب سابق مبلغ مشرقی افریقہ (حال لندن) ہیں، دوسرے بیٹے محترم میجر عبدالحمید شرما صاحب بھی لمبا عرصہ وقف جدید کے تحت نگرپارکر مٹھی میں خدمت بجالاتے رہے ہیں۔ تیسرے بیٹے مکرم عبدالرشید شرما صاحب سندھ میں کئی اضلاع کے امیر جماعت رہ چکے ہیں اور اُن کے دو بیٹوں محترم مبارک احمد شرما صاحب اور محترم مظفر احمد شرما صاحب کو شہادت کا رتبہ بھی عطا ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دونوں شہداء کا ذکر کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا: ”ان کے دادا منشی عبدالرحیم شرما ہندو سے مسلمان ہوئے تھے اور بہت ہی اخلاص رکھتے تھے۔ یہ انہی کا اخلاص ہے جو آج ان کے پوتوں کی شہادت کی صورت میں بول رہا ہے۔

آپؓ کو دفتر تشحیذ الاذہان کے بعد نظارت امور عامہ اور نظارت بیت المال میں کام کرنے کی توفیق ملی جہاں آپؓ ہیڈ کلرک رہے۔ آپؓ تحریک جدید کے دور اوّل کے مجاہدین میں بھی شامل تھے۔

”النداء“ کینیڈا

مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا ہر سال اپنا رسالہ ”النداء“ شائع کرتی ہے جس میں مجلس کی سال بھر کی مساعی کے علاوہ بہت سے دلچسپ علمی اور تربیتی مضامین بھی شامل اشاعت کئے جاتے ہیں۔ امسال شائع ہونے والا ضخیم مجلّہ A4 سائز کے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہونے والے اس رسالہ میں رنگین تصاویر کے متعدد صفحات شامل کئے گئے ہیں۔ بہت محنت سے دلچسپ مواد جمع کرنے کے بعد اس مجلّہ کی تیاری میں جدید پرنٹنگ کی تمام سہولتوں سے ہر ممکن استفادہ کیا گیا ہے۔ اس عمدہ اور مفید پیشکش پر متعلقہ عہدیداران مبارکباد کے مستحق ہیں۔ نیز اس مجلّہ میں شامل بعض مضامین ”الفضل انٹرنیشنل“ کے آئندہ شماروں میں اسی کالم کی زینت بنتے رہیں گے۔

ماہنامہ ”خالد“ اگست ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم نجیب احمد فہیم صاحب کی نظم سے انتخاب پیش ہے:

کل رات تیری بستی کہ جاں سے گزر گئی
تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی
سارا ہی شہر ہجر کی تصویر بن گیا
ہر آنکھ خوں فشاں تھی جہاں تک نظر گئی
وہ کرب تھا کہ جان کے اُس پار تک گیا
تھی خوف کی وہ لہر کہ وقتِ سحر گئی
اپنے خدا نے آج پھر اپنا دیا ثبوت
پھر آج اپنی ناؤ بھنور سے گزر گئی

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 11` Friday, January 09, 2004 Issue No. 02

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاهد۔ مؤرخ احمدیت

متحدہ ہندوستان کے ایک مشہور عالم تاریخ نگار

جناب محمد الدین صاحب فوقؔ (ولادت فروری ۱۸۷۷ء ۔ وفات ۱۴ر ستمبر ۱۹۴۵ء) تاریخ، سوانح نگاری، شعر وسخن اور صحافت کے آسمان کے ایک درخشندہ ستارے تھے جنہیں جنوبی ایشیا کے مسلم اور غیر مسلم طبقے نہایت قدر کی نظر سے دیکھتے اور ان کی بلند پایہ علمی وادبی خدمات کے معترف تھے۔

ان کے سوانح نگار جناب ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازیؔ نے ''فوق الکشمیر''میں آل انڈیا نیشنل کانگرس کے نامور ہندو لیڈر جناب پنڈت جواہر لال نہرو کے سفر کشمیر ۱۹۴۴ء (غالباً) کے ذکر میں بتایا کہ اس سفر میں ان کے ساتھ شیخ محمد عبداللہ، سرحدی گاندھی عبدالغفار خان اور جناب فوقؔ بھی تھے۔جنہوں نے اس سفر نامہ کا مسودہ بھی مرتب کیا جو عبداللہ قریشی صاحب کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔خود پنڈت نہرو نے بھی سفر کشمیر کے بعد ''نیشنل ہیرلڈ'' (لکھنؤ) میں انگریزی مضمون لکھا جس کا اردو ترجمہ کشمیر کے نامور حریت پسند لیڈر جناب پنڈت پریم ناتھ بزاز نے ''ہمدرد'' سرینگر میں شائع کیا۔ جناب پریم ناتھ بزاز نے جناب فوقؔ کو بے پناہ خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ۳۰ر اگست ۱۹۵۴ء کے ایک خط میں لکھا:۔

''مجھے یقین ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کشمیر میں ان کی زیادہ عزت ہوگی اور انہوں نے اپنی قلمی معاونت سے جو عظیم خدمت وطن کی انجام دی ہے اس کو اسی احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا جس کی وہ مستحق ہیں۔فوقؔ صاحب کی جو چیز مجھے سب سے زیادہ پسند تھی وہ ان کی قوم پرستی ہے۔وہ فرقہ پرستی کو بہت برا سمجھتے تھے۔انہوں نے کشمیر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ فرقہ پرستی کے جذبے سے پاک اور وطنیت کے جذبہ سے بھرپور ہے ۔ وہ ہندو کشمیر کو بھی اپنا سمجھتے تھے اور مسلم کشمیر کو بھی۔وہ کشمیر کی اس عظمت پر بھی ناز کرتے تھے جو ہندو حکومت کے دوران اس نے حاصل کی تھی اور اس شان پر بھی فخر کرتے تھے جو مسلم حکومت میں اس کو نصیب ہوئی''۔

(ہفت روزہ 'جدید کشمیر' مظفر آباد۔ ستمبر ۱۹۵۳ء۔ صفحہ ۱۳۔بحوالہ 'فوق الکشمیر' صفحہ ۵۳۹ ۔ناشر سنگ میل پبلیکیشنز لاہور۔ اشاعت ۱۹۹۰ء)

جناب ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازیؔ نے کمال عرقریزی سے تحقیق وتفتیش کے بعد ان کی ۱۱۱ تالیفات کی فہرست دی ہے۔ ۱۰۵ نمبر پر آپ کی کتاب ''اخبار نویسی کے حالات'' کا نام درج ہے ۔ جو ۱۹۱۲ء میں رفاہ عامہ پریس لاہور میں چھپی اور اس میں حضرت عرفانی الکبیر شیخ یعقوب علی صاحبؓ کے قلم سے ''حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان'' کے عنوان سے بھی ایک مضمون شامل کتاب تھا جو مضمون بعد میں اخبار الحکم ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۱۵۔۱۶ میں بھی شائع کر دیا گیا۔

اس کتاب میں اُس دَور کے نامور مسلم صحافیوں کے علاوہ مقتدر ہندو مدیران کا بھی دل کھول کر ذکر تھا۔ مثلاً بابو دینا ناتھ (اخبار ہندوستان)، پنڈت ہیری لال شرؔما (اخبار ہندو)، پنڈت راج نرائن ارمان دہلوی (اخبار ارجن)، لالہ دیا نرائن نگم (زمانہ کانپور)، منشی پیارے لال شاکر میرٹھی (ادیب، الہ آباد) وغیرہ۔

آپ نے اس کتاب کی اشاعت کے ۹ سال بعد ۱۹۲۱ء میں ''ناقابل فراموش واقعات'' شائع کی ۔ اگلی سطور میں مندرج اقتباس جو ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے بانی ظہیر الدین محمد بابر (ولادت ۱۴۸۳ء ۔وفات جنوری ۱۵۳۰ء) کی وصیت سے متعلق ہے۔اسی تالیف سے اخذ کیا گیا ہے۔یقین ہے ہندوستان اور پاکستان کے سرکاری اور عوامی حلقوں میں یہ وصیت نامہ غایت درجہ باریک نظری اور گہری دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ کیونکہ یہ دنیا کے ہر سربراہ مملکت اور اس کے عُمّال کے لئے دائمی مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

شہنشاہ بابر کی خفیہ وصیت

پرنس آف ویلز (بعد ازاں جارج پنجم، شاہ انگلستان) نومبر ۱۹۲۱ء سے مارچ ۱۹۲۲ء تک ہندوستان کی سیاحت میں مصروف رہے۔فروری کے مہینہ میں وہ بھوپال بھی گئے جہاں نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ (والیٔ ریاست) بھوپال کی طرف سے دیگر تقریبات ورسوم خیر مقدم کے علاوہ شہزادہ کو ریاست کا کتب خانہ بھی دکھایا گیا۔

اس کتب خانہ میں بعض قلمی نسخے نہایت نایاب اور بہت بیش قیمت ہیں ۔ چنانچہ شہنشاہ بابر کا اصلی وصیت نامہ بھی جو اس نے اپنے ولی عہد ہمایوں کے نام لکھا تھا اس کتب خانہ میں موجود ومحفوظ جو انگلستان کے شہزادے کو بھی دکھایا گیا تھا۔ یہ تاریخی دستاویز اپنے نفس مضمون کے لحاظ سے اس قدر اہم اور معنی خیز ہے اور **مسلمان بادشاہان ہندوستان کے عدل و انصاف کا ایسا روشن پہلو ہے کہ اس کا ترجمہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔**

'وصیت نامہ مخفی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی بنام شہزادہ نصیر الدین محمد ہمایوں۔ اللہ تمہاری عمر زیادہ کرے۔ یہ وصیت نامہ سلطنت کی بنیاد کو پختہ کرنے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔اے بیٹا! ہندوستان کی سلطنت میں مختلف مذہبوں کے لوگ بستے ہیں۔شکر ہے خداوند کریم کا کہ اُس نے اس ملک کی بادشاہت میرے حوالہ کی۔پس مناسب ہے کہ مذہبی تعصب سے دل کو صاف کر دو اور ہر ایک فرقہ کے مذہبی خیالات کے مطابق **عدل و انصاف کرو**۔کیونکہ اہل ہند کے دلوں کو قابو میں لانے کا یہی نسخہ ہے اور اس ملک کے لوگ مہربانی کرنے سے بادشاہ کی وفاداری کا دم بھرنے لگتے ہیں۔**علاوہ ازیں جن مذاہب کے مندر و معابد تمہاری سلطنت میں ہیں ان میں سے کسی کو برباد مت کرو بلکہ عدل و انصاف سے حکومت کرو کیونکہ بادشاہ کی مضبوطی رعیّت پر منحصر ہے اور رعایا کی مضبوطی بادشاہ پر۔**

اسلام کی ترقی ظلم کی تلوار سے نہیں بلکہ احسان سے کرنی چاہئے۔ اہل سنت اور شیعہ کے جھگڑوں سے بھی چشم پوشی کرنی چاہئے۔مختلف مذاہب کے افراد رعایا کو سلطنت کا عناصر اربعہ سمجھ کر ان کی حفاظت کرتے رہو تا کہ سلطنت کا جسم امراض اربعہ سے محفوظ رہے۔

بہرحال تم حضرت تیمور صاحبقرانی کے کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بادشاہت کے فرائض انجام دیتے رہو'۔

اس کے بعد فاضل مؤلف جناب فوق نے اصل وصیت فارسی کا متن دیا ہے جس کے آخر پر وصیت نامہ کی تاریخ یکم جمادی الاول ۹۳۵ ہجری درج ہے جو گریگوری کیلنڈر کے مطابق ۱۱ر جنوری ۱۵۲۹ء بنتی ہے۔

('ناقابل فراموش واقعات' صفحہ ۴۷۸ تا ۴۸۰ ۔جناب محمد الدین فوقؔ مرحوم۔پبلشر ادارہ اسلامیات لاہور۔ کراچی ۔طبع دوم ۱۹۹۹ء)

بقیہ :حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ منعقدہ مجلس سوال و جواب از صفحہ نمبر ۱۳

کے خلاف دلائل میں ان کو ناکام بنانے میں آگے رہی ہے ۔ یونائیٹڈ نیشنز میں بھی جو دفاع چوہدری ظفراللہ خان نے کیا ویسا دفاع آج تک کبھی کوئی نہیں کر سکا۔ تمام مسلمان ممالک جانتے ہیں اور ممنون احسان تھے۔ لیکن آپ اگر اس کو مذہبی جہاد ان معنوں میں کہتے ہیں جو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تو آپ مجھے بتائیں کہ کیا خدا تعالیٰ بے وفا ہو چکا ہے یا جھوٹ بولنے لگ گیا ہے؟ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اس نے تو یہ پکا وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں جہاد کی اجازت ہی نہیں دے رہا میں تمہاری فتح پر قادر ہوں اور آپ جو لڑائی کر رہے ہیں اس میں یہ وعدہ کہاں گیا۔ کیوں ایک چھوٹی سی اقلیت بار بار آپ کو مارتی ہے ۔ایک بھاری اکثریت کے درمیان اتنا (چھوٹا) سا ناسور ہے لیکن وہ کینسر بن گیا ہے۔صحت مند جسم جتنا مرضی بڑا ہو کینسر چھوٹا بھی ہو تو غالب آجاتا ہے۔تو معلوم ہوا آپ کے اندر صحتمند جسم کی مدافعت نہیں رہی ۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ نے جو جہاد مقرر کیا ہو، اس کی شرطیں آپ پوری کر رہے ہوں اور اللہ آپ کو چھوڑ جائے ۔ایک طرف ہلا شیری کرے ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْر﴾ خدا قادر ہے نصرت پر اور جب لڑائی ہو تو دشمن کو فتح دیدے اور مسلمان کو چھوڑ دے ۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے مذہبی نقطہ نگاہ سے ضرور کوئی نقائص موجود ہیں۔ ان کی آپ اصلاح کریں تو خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے ﴿اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ﴾ اُسی زمین کے متعلق وعدہ ہے کہ میرے صالح بندے لازماً اس کے وارث بنائے جائیں گے۔اس لئے آپ اپنے اخلاقی نقائص کے دور کرنے کی کوشش کریں، اپنے دین کے نقائص کو دور کرنے کی کوشش کریں ۔ صالح بندے بنیں اور پھر خدا کا وعدہ آپ کے حق میں پورا ہوگا۔تو عقل اور فہم کی بات کی خواہ مخواہ مخالفت نہیں کرنی چاہئے، دلیل سے بات ہونی چاہئے، قرآن اور سنّت سے بات ہونی چاہئے۔ (باقی آئندہ)

❁❁❁❁❁

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْهُمْ تَسْحِيقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔